غیر مقلدین کی خانہ تلاشی

مولانا عبدالحفیظ رحمانی

ادارہ فیضان حضرت گنگوہی رح

فیصل
دیوبند

غیر مقلدین کی خانہ تلاشی

مؤلف

مولانا عبدالحفیظ رحمانی

محقق شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند

ناشر

فیصل پبلیکیشنز دیوبند

نام کتاب	غیر مقلدین کی خانہ تلاشی
مرتب	مولانا عبدالحفیظ رحمانی
صفحات	۸۸
سن اشاعت	۲۰۰۴ء
باہتمام	محمد نوید صدیقی
قیمت	....
کمپیوٹر ورک و ٹائٹل ڈیزائن	فیصل کمپیوٹرس دیوبند
مطبع	فیصل پریس دیوبند
ناشر	**فیصل پبلیکیشنز** **جامع مسجد دیوبند**
فون	01336-224110,222694,310398
فیکس	01336-224110

Printed & Distributed by

FB FAISAL BROTHERS

468, Gali Bahar Wali Chhatta Lal Mian
Daryaganj New Delhi.110002 Ph. 23245665
e-mail : faisal_india@rediffmail.com
website : www.faisalindia.com

فہرست مضامین

۱	خانہ تلاشی کیوں؟	۵
۲	غیر مقلدین کی شورش	۷
۳	غیر مقلدین کی اباحیت پسندی	۱۳
۴	غیر مقلدین کے چند بے بنیاد مسائل	۲۳
۵	غیر مقلدین کا باہمی ٹکراؤ	۳۳
۶	غیر مقلدین کے گندے مسائل	۴۳
۷	غیر مقلدین کے کرشمے	۵۱
۸	غیر مقلدین علماء کی حکومت برطانیہ کی کاسہ لیسی	۶۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف کا تعارف

نام	عبدالحفیظ رحمانی ابن حضرت حکیم وحافظ فتح محمد صاحب نوراللہ مرقدہ
پتہ	لوہرسن، ضلع سنت کبیر نگر، اتر پردیش پن کوڈ ۲۷۲۲۷۰
مشغلہ	تصنیف وتالیف، محقق شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند
تعلیمی لیاقت	فاضل دیوبند۔ ایم اے، فاضل ادب، فاضل طب، منشی کامل
تصانیف	۱۔آثار امام۔ ۲۔توریت اور یہود اپنے آئینے میں۔ ۳۔ بائبل اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۴۔ الامام النانوتوی کے مجاہدانہ کارنامے۔ ۵۔تحریک قیام مدارس کا تاریخی جائزہ۔ ۶۔غیر مقلدین کی خانہ تلاشی۔ ۷۔رضاخانیوں کا فرار۔ ۸۔تصوف کی حقیقت اوراس کے مسائل۔ ۹۔شخصیت اور شاعری۔ ۱۰۔عصر حاضر کا فکری بحران۔
زیر طبع	سوانح حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری۔ مرزا غلام احمدی مراقی نبوت، تذکرۂ فخر المفسرین

خانہ تلاشی کیوں؟

خانہ تلاشی ایک ناخوشگوار فریضہ ہے لیکن بسا اوقات ناگزیر ہو جاتا ہے۔ حالات اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے مجبور کرتے ہیں چنانچہ میں نے بھی یہ کام بدرجہ مجبوری کیا ہے ورنہ بقاء باہم کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اس کی کوئی ضرورت سامنے نہیں آتی۔ لیکن ادھر چند برسوں سے اس اصول کو مذہب کے نام پر جس طرح پامال کیا جارہا ہے ناگفتنی ہے۔

اس نوزائیدہ فرقہ نے اسلامی تعلیمات ہی کو داغدار نہیں کیا ہے بلکہ دیدہ دلیری کی حد یہ کہ جو تاریخ ابھی تازہ اور واقعات زندہ ہیں ان پر بھی خاک ڈالنے کی ناروا جسارت کی جارہی ہے چند کتابیں اور رسالے ایسے نظر سے گزرے جو اپنی زبان اور طرز ادا کے لحاظ سے جارحیت اور الزام تراشیوں نیز تاریخ ومسائل کو مسخ کرنے میں آخری حد کو پار کر گئے ہیں، حد تو یہ ہے کہ فرقۂ غیر مقلدین نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بھی دامان تقدس کو نوچ ڈالا ہے اور اپنے فرقہ کی اشاعت وتوسیع میں وہ تمام ہتھکنڈے بروئے کارلارہے ہیں جو عیسائی مبلغین اور دیگر مذاہب کے لوگ اپنائے ہوئے ہیں۔

ان کے مسائل کیا ہیں؟ ان کی روشنی میں معاشرہ کی کیا تصویر بنتی ہے اور یہ مسائل انسانی شرافت ونظافت کے منہ پر زوردار طمانچہ ہیں یا نہیں؟ اس کا فیصلہ قارئین ہی کریں گے۔ خانہ تلاشی پیش کرنے کا مقصد غیر مقلدین کو چڑھانا نہیں ہے بلکہ غور وفکر کی دعوت دینا ہے اور غیر مقلدین کو بتانا ہے کہ مسائل کا آئینہ دیکھنے کے بعد نہ کف افسوس ملیں اور نہ پچھتائیں بلکہ سواد اعظم کے ساتھ چل کر عاقبت سنوار لیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے نیاز میں جبین نیاز جھکا کر دعا کرتا ہوں کہ وہ اس رسالے کو غیر مقلدین کے لئے سرمۂ چشم بصیرت بنادے اور وہ صراط مستقیم پر چلنے والے بن جائیں۔وھو یھدی السبیل.

عبدالحفیظ رحمانی

محقق شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند

۲۹؍جمادی الاول ۱۴۲۵ھ ۱۸؍جولائی ۲۰۰۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیر مقلدین کی شورش

یوں تو غیر مقلدین کی پوری تاریخ تکفیر و تفسیق اور طعن و تشنیع سے بھری ہوئی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس فرقہ کو دیگر مسلم جماعتوں کو مشرک بتائے بغیر چین نہیں ملتا لذت و تفریح کے سامان الگ الگ ہوتے ہیں اور ہر فرد و جماعت کو مختلف اسباب سے راحت میسر آتی ہے غیر مقلدین کو اسی میں راحت ملتی ہے کہ اہل حق کو اپنا ہدف بنائیں۔

چونکہ اس فرقہ کا کوئی اصول اور ضابطہ نہیں ہے، یہ اصول و ضابطہ کی پابندی اور حدود و قیود کو تقلید کہتے ہیں حالانکہ قدم قدم پر یہ فرقہ تقلید کو اپنانے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتا اس حقیقت سے تو شپرہ چشم ہی انکار کر سکتے ہیں کہ تقلید بے معنی چیز نہیں ہے بلکہ دنیا کی اہم ترین چیز ہے۔ اس کے بغیر جادۂ مستقیم پر گامزن ہونا خواب و خیال کی بات ہے۔ یہ جادۂ مستقیم خواہ دنیا کا ہو یا دین کا دونوں میں تقلید از بس ضروری ہے۔ تجارت، وزراعت، صنعت و حرفت، ایجاد و انکشاف حتی کی تعلیم و تدریس تربیت و تہذیب سب تقلید کے محور پر گھومتے نظر آتے ہیں اصول و ضابطہ کے بغیر کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا جا سکتا ہر چھوٹا بڑے کی تقلید کرتا ہے ہر نو آموز آزمودہ کار کی پابندی کرتا ہے ہر طالب علم اپنے استاد کا پیرو کار ہوتا ہے ہر کام بتدریج سیکھنے پر قابو میں آتا ہے، ہر کام چھوٹا ہو یا بڑا، بغیر اصول و ضابطہ کو اپنائے اور سیکھے ہوئے نہیں آتا، دین کا بھی یہی حال ہے، سیکھتے سیکھتے عمر گزر جاتی ہے اور پڑھتے پڑھتے آدمی دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے سب کچھ حاصل کر لیا ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ ذہن و فکر اور طبعی رجحانات بھی ہر شخص کے جداگانہ ہیں۔ کسی کی طبیعت اخاذ ہے اور کوئی نکتہ رس ہے، کسی کی قوت حافظہ بہترین ہے اور کسی

کی متوسط اور کسی کی کمتر، کسی فرد کی ذہانت قابل داد ہوتی ہے تو قوت حفظ کمزور ہوتی ہے کسی کی جودت فکر کی تعریف سب کی زبان پر ہوتی ہے اور کوئی معاملہ فہمی سے عاری ہوتا ہے۔ نظام کائنات ان ہی سے عبارت ہے، مکمل یکسانیت دو افراد میں کب ہوئی ہے اور کب ہوگی؟

اس تجربہ و مشاہدہ نے یہ ثبوت بھی بہم پہنچایا ہے کہ دینی و دنیوی عظیم کارنامے انہیں شخصیات کے مرہون منت ہیں جو ذہانت و زیرکی، جودت فکر و ژرف نگاہی، نکتہ رسی ونکتہ دانی اور قوت حفظ میں ممتاز ہوئے ہیں ان کی تقلید و پیروی سے کترانا اور کم نگاہی کے باوجود دیدہ وری کا دعوی کرنا چاہ ضلالت میں کودنا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ ہوں یا امام مالک، امام شافعی ہوں یا امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم باعمل، ذہین و زیرک مفکر و ژرف نگاہ، نکتہ رس ونکتہ داں، صاحب زہد و ورع، مجتہد و امام، حق گوئی میں بینظیر و بے مثال عابد و متقی، فقیہ و محدث اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ ان حضرات والا صفات کے بلند پایہ معاصرین نے ان کے علم وفضل، دین و دیانت، تقویٰ و طہارت جودت فکر و ذہانت پر مہر تصدیق ثبت کی ہے بعد کے علماء و صلحاء نے بھی ان کے علوم معارف کا نہ صرف یہ کہ اعتراف کیا ہے بلکہ ان کے محیط علم کے شناور بننے میں فخر محسوس کیا ہے۔

نہیں کہا جا سکتا کہ ان ائمہ کرام رحمہم اللہ نے اگر علوم و معارف کے خزانے نہ لٹائے ہوتے، کتاب وسنت کو اپنا وظیفہ بنا کر اجتہاد و استنباط کا جادہ مستقیم ہموار نہ کیا ہوتا تو آج اس علمی و عملی انحطاط کے دور میں شریعت اسلامی کے نقش ونگار کیا ہوتے؟ پوری ملت اسلامیہ ان ائمہ کرام رحمہم اللہ کی مرہون منت ہے انھوں نے مسائل کے استنباط و استخراج میں کتاب وسنت سے سرموانحراف نہیں کیا ہے اور نہ ہی اپنی رائے وقیاس کو اسلامی شریعت کا نام دیا ہے یہ اور بات ہے کہ مطالعہ وفہم کا قصور کسی مسئلہ کو محض قیاسی قرار دے دے اور اصل ماخذ تک اس کی رسائی نہ ہو۔ سچ پوچھئے تو اس دور کا المیہ یہی ہے کہ چند کتابوں کی ورق گردانی اور قرآن حکیم کے ترجمہ پر معمولی قدرت شدید غلط فہمی میں مبتلا کر دیتی ہے اور اسی قسم کے لوگ بلند و بانگ دعوے کرتے ہیں۔ اس زمرہ کا مطالعہ بھی کمزور اور نکتہ رسی کا تو دور

دور تک پتہ نہیں۔ پھر بھی دعوی ہے کہ وہ کتاب وسنت پر براہ راست عمل پیرا ہے۔

حالانکہ تقلید ایک ایسی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ غیر مقلدین کو بھی اس کا کھلے الفاظ میں اعتراف کرنا پڑا ہے۔ علامہ وحید الزماں حیدر آبادی جماعت غیر مقلدین کے سرخیل ہیں فرماتے ہیں:

"جاننا چاہئے کہ بعض محققین نے تقلید مذاہب کو مذاہب اربعہ میں سے واجب کہا ہے اور بعضوں نے مستحسن، تو موافقت ان دونوں قولوں میں اس طور پر ہے کہ جو شخص عالم فن حدیث کا ہو وہ چاروں مذاہب کے مآخذ اور اصول سے واقف ہو کلام اللہ کی آیات منسوخہ اور معانی ان کے سے بخوبی مطلع ہووے اور معرفت ضعف حدیث، صحت میں تام رکھتا ہو، کیفیت روایت سے آگاہ ہو بہت احادیث اس کو متحضر ہوں اکثر کتابیں حدیث کی اس کے مطالعہ سے گزری ہوں تو ان سب صورتوں کا جو شخص جامع ہووے اس کو تقلید مذہب معین کرنا مستحسن ہے اور جس شخص میں یہ شرائط متحقق نہیں تقلید کا وجوب اسی کے حق میں ہے اور اس زمانہ میں ایسا شخص جو ان شرائط مذکورہ کا جامع ہووے اکثر مقاموں میں متحقق نہیں اگر چہ ممکن الوجود بامکان عقلی ہے"۔ (مقدمہ ترجمہ، بخاری اردو جلد اول)

لیجئے مطلع صاف ہے یہی بات ہم اپنے الفاظ میں کہتے ہیں تو تقلید کی بیجا حمایت کا الزام ہمارے سر آتا ہے۔ لیکن ہماری مراد و منشاء کو ایک غیر مقلد علامہ نے واشگاف الفاظ میں بیان کر دیا اور ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کو واجب قرار دیا۔ یہی حق اور حقیقت ہے نیز عقل سلیم کا تقاضا اور انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ علامہ کے اس ارشاد سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ غیر مقلدین ترک واجب کر کے زبردست گناہ کر رہے ہیں یہی نہیں بلکہ جو معمولی پڑھے لکھے اور ان پڑھ ہیں وہ مزید گناہ کر رہے ہیں۔ کیوں کہ اجتہاد کے شرائط تو علامہ کے نزدیک اس دور میں کسی مقام پر متحقق نہیں ہیں۔ اجتہاد کی اجازت تو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کو مرحمت فرمائی تھی اور اسی منہاج پر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے اجتہاد کر کے امت اسلامیہ کو گمراہی میں پڑنے سے بچالیا۔

لیکن عقل نارسا جب پرواز کی کوشش کرتی ہے تو عجائب سامنے آتے ہیں اور کج فہمی نیز قصور فہم کی بنا پر صراط مستقیم ہی کج مج دکھائی دیتی ہے اور اچھی چیز خراب اور بری چیز اچھی دکھائی دیتی ہے ورنہ فقہ اسلامی کو ہدف بنانے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اور ائمہ مجتہدین پر زبان طعن دراز کرنے کا تصور بھی نہ ہوتا لیکن عقل نارسا کے کرشمے جا بہ جا دکھائی دیتے ہیں فقہ اسلامی ناپاک ترین ذخیرہ دکھائی دیتی ہے، آج تک کسی سلیم الفطرت شخص نے کاغذ و کتاب پر پیشاب کرنا روا نہیں قرار دیا۔ خواہ وہ کاغذ سادہ ہو یا کتاب میں فحش باتیں لکھی ہوں، مخالفت و انتقام کا جنون زیادہ بڑھا تو جنونی کتابوں کو نذر آتش کر کے اپنے انتقامی جذبے کو سرد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں جنون کی کیفیت میں اس قدر اضافہ ہوا کہ فقہ اسلامی پر پیشاب کرنا پیشاب کی ناپاکی کو بڑھا دیتا ہے۔ سچ ہے دیوانگی میں خیر وشر کی تمیز باقی نہیں رہتی اگر بالفرض فقہ اسلامی سراسر غلط اور نا قابل اعتبار ہے پھر بھی اس سے صرف نظر کیسے کیا جا سکتا ہے کہ فقہ اسلامی میں آیات واحادیث کا ذخیرہ موجود ہے اور اسی دفتر کے بارے میں یہ بدترین الفاظ۔ فیاللعجب.

اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کے برتن میں کیا ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں؟ تقلید سے وہ بیزار ہیں بے اصولی اور بے ضابطگی ان کو عزیز ہے کبھی امام ابن تیمیہ کے پیچھے دوڑتے ہیں اور کبھی ابن حزم کے اور اب غالباً جلب زر کی خاطر ابن عبدالوہاب نجدی کی پیروی کو حرز جان بنائے ہوئے ہیں حالانکہ شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں غیر مقلدین کے متضاد خیالات و نظریات کتابوں میں مرقوم ہیں مزید یہ کہ یہ فرقہ اپنی بے راہ روی کی بنا پر آج تک کسی ایک نام پر اکتفا نہ کر سکا۔ کبھی اہل حدیث کبھی سلفی اور کبھی محمدی اور کبھی کچھ اور، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں حالات کا جائزہ لینے کے بعد یہ اپنا نام تجویز کرتا ہے ابھی یہ کتنے اور نام سامنے لائے گا کچھ نہیں کہا جا سکتا بھلا جو فرقہ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر و موجود نہ سمجھتا ہو اس کو کس کا اور کس طرح کا خوف ہوگا۔ جب کہ خوف و تقویٰ کا سب سے بڑا سبب ہی اللہ تعالیٰ کا حاضر و ناظر ہونا ہے۔ اگر یہ عقیدہ مضمحل ہو جائے تو اعمال بگڑتے ہی جائیں گے۔

اعمال بگڑتے ہیں عقیدوں کے خلل سے

ان کے عقائد عدم تقلید اور آزادی کی وجہ سے روح اسلام سے آزاد اور شریعت اسلامیہ سے دور ہیں، چند عقائد بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء علیہم السلام کا ذکر نہیں فرمایا ہے اور تواتر سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ انبیاء وصالحین تھے خواہ تواتر کافروں میں منحصر ہو ہمارے لئے نامناسب ہے کہ ہم ان کی نبوت کا انکار کر دیں جیسے ہندوؤں میں رام چندر لچھمن اور کرشن، پارسیوں میں زردشت، جینیوں اور جاپانیوں میں کنفیوشش، مہاتما گوتم بدھ، یونانیوں میں سقراط اور فیثاغورث، ہمارے اوپر فرض ہے کہ ہم تمام انبیاء ورسل پر ایمان لائیں اور کسی میں تفریق نہ کریں، ہم تو مسلمان ہیں۔

(ہدایۃ المہدی از نواب وحید الزماں حیدرآبادی ص:۸۵ بحوالہ وقفہ مع الامذہبیہ ص:۲۷۶)

اسلام کس کو اجازت دیتا ہے کہ وہ کسی فرد کو نبی اور رسول نامزد کرے اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی واختیار سے جس کو چاہا تاج نبوت سے مفتخر فرمایا اور نبوت کا اعلان بھی کیا اور بہت سے انبیاء علیہ السلام کے اسماء گرامی نہیں بتائے اس لئے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء ورسل دنیا میں بھیجے ہمارا ان پر ایمان ہے وہ برحق ہیں، اپنی طرف سے کسی کو نبی نامزد کرنا روح اسلام کے منافی اور حرام ہے غیر مقلدین اپنے طور پر جس کو چاہیں نبی بنائیں ہم مقلدین ان کے خودساختہ نبیوں کو ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔

۲- حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے نہیں ہوئی ان کے والد بھی ہیں اور والدہ بھی لیکن صدیوں بعد لوگوں نے گڑھ لیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور ان کی ماں کا کوئی شوہر نہیں تھا (عیون زمزم بحوالہ مذکورہ)

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس غیر مقلد عالم عنایت اللہ وزیرآبادی نے حضرت عیسی علیہ السلام کے لیے باپ کا ثبوت فراہم کرنے میں پوری توانائی صرف کر دی اور قرآن مجید کی واضح آیات کی تفہیم وتفسیر میں تحریف کا کوئی شوشہ فروگذاشت نہیں کیا۔ پھر بھی یہ غیر مقلدین سلفی ہیں۔ کیا اسلاف میں کسی کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے والد تھے اور حضرت مریم

منکوحہ تھیں۔ عیسائی البتہ یوسف کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ مانتے ہیں چناں چہ متی باب امیں جو نسب نامہ درج ہے درس امیں ہے ”یعقوب سے یوسف پیدا ہوا یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے“ اس کے باوجود انجیل متی میں صراحت ہے کہ یوسف سے صرف منگنی ہوئی تھی اور یکجائی سے پہلے حضرت مریم روح القدس کی قدرت سے حاملہ ہو گئی تھیں یعنی عیسائی بھی درحقیقت یوسف کا بیٹا قرار نہیں دیتے لیکن غیر مقلدین عالم قرآن و حدیث کے خلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے باپ تسلیم کرانے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں پھر بھی یہ سلفی اور اہل حدیث ہیں اب ذرا انجیل متی کا بیان پڑھ لیجئے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اس باب میں مسیحیوں کا عقیدہ غیر مقلدین سے بہتر ہے۔

”اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی پس اس کے شوہر یوسف نے جو راست باز تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا اسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتے نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لانے سے نہ ڈر کیوں کہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے اس کے بیٹا ہوگا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا کیوں کہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا“۔ (متی باب ادرس نمبر ۱۸ تا ۲۱)

۳۔ زن و شو میں الفت و محبت برقرار رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا جائز ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ص ۳۰۷ بحوالہ وقفہ)

اس عقیدہ کے ساتھ ایمان کی سلامتی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اس طرح کی بات مخبوط الحواس اور دیوانہ کر سکتا ہے ہر وہ آدمی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ ایسی ہرزہ سرائی کی جرأت نہیں کر سکتا۔

نمونے کے ان معتقدات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ فرقہ دیگر عقائد اور مسائل میں اہل سنت والجماعت سے کس قدر دور ہوگا۔ چند عقائد اور مسائل انشاء اللہ آئندہ کسی صحبت میں پیش خدمت ہوں گے۔

غیر مقلدین کی اباحیت پسندی

اباحیت پسندوں کی ٹولی ہے تو مختصر لیکن اس جماعت کے بھائی بند ہر زمانہ میں اپنے گل کھلاتے رہے ہیں آج تو اباحیین مغربی ممالک کے چپ و راست پر چھائے جارہے ہیں، یہ کوئی باضابطہ جماعت اور فرقہ نہیں ہے نہ ہی ان کا کسی سیاسی جماعت اور مذہب سے تعلق ہے چند آوارہ مزاج، تہذیب وشرافت سے کوسوں دور افراد کا یکسانیت مزاج کی بنا پر ایک جتھہ ہے۔ فحاشی، عریانیت، رقص وسرود، شراب خوری وبدکاری اباحیوں کا طرۂ امتیاز ہے شاہراہوں پر، پارکوں اور کلبوں میں مادر زاد عریاں ہوکر چلنا پھرنا، کھانا پینا اور دوڑنا سب کچھ اس جماعت کے لیے روا ہے۔

جس طرح یہ عریانیت اور فحاشی میں اپنی نظیر آپ ہیں اسی طرح کھانے پینے میں بھی آزاد ہیں جو جی میں آتا ہے وہ کھاتے ہیں کسی طرح کی کوئی قید وبند نہیں ہے، نہ یہ کسی کی مانتے ہیں لیکن اثر ونفوذ کا یہ عالم ہے کہ اباحت پسندوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے اور مغربی ممالک کے ارباب حل وعقد پر بھی اباحیت چھائی جارہی ہے جنسی اختلاط پر کوئی پابندی نہیں، ہر بالغ لڑکا اور لڑکی جس سے چاہیں جنسی تعلق قائم کرلیں، برسر عام یا گھر اور باغ کے کسی گوشہ میں، اسی پر بس نہیں مرد، مرد سے اور عورت عورت سے دادِ عیش دے سکتی ہے حکومت اس فحاشی اور استلذاذ کو بہ نظر استحسان دیکھتی ہے جنسی اختلاط کی کھلی چھوٹ تو تقریباً ہر ملک نے فراہم کردی ہے اس عدالتی شادی (کورٹ میرج) میں مذہب اور ذات برادری کی کوئی قید نہیں ہے روزانہ بیشمار عدالتی شادیاں ہوتی ہیں اور ان جوڑوں کو

پروانہ اختلاط دیدیا جاتا ہے پھر خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔

لیکن یہ سب کچھ وہ لوگ کرتے ہیں جو مذہب کا قلاوہ گردن سے اتار کر پھینک چکے ہیں ان کا کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ یہ اباحیین مذہب کا کھلے بندوں مذاق اڑاتے ہیں ایسے لوگ کوئی حرکت کریں، اپنی معاشرت جیسی چاہیں بنائیں، بالکل حیرت ناک نہیں ہے اسی لئے تو انہوں نے خود کو مذہب سے آزاد کرلیا ہے۔

ہاں وہ لوگ جو مذہب سے بیزار نہیں ہیں بلکہ ہر قول وعمل میں جن کے نزدیک مذہب کا حوالہ دیا جانا ضروری سمجھا جاتا ہو ایسے مذہبی لوگوں کے معتقدات ومسائل میں اگر اباحیت پسندی کا رجحان ہی نہیں تائید ملتی ہو تو مذہبی دنیا میں ایسے لوگوں کو کیا کہا جائے۔

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔

مسلمانوں میں ایک نوزائیدہ فرقہ غیر مقلدین کا ہے۔ چوں کہ یہ فرقہ اپنے سے بڑا عالم، متقی، پرہیز گار، معاملہ فہم اور زیرک کسی کو نہیں مانتا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر زبان طعن دراز کرتا ہے ائمہ عظام کو خاطر میں نہیں لاتا، اولیاء کرام کی پگڑی اچھالتا ہے، فقہ اسلامی کو پیشاب سے زیادہ ناپاک باور کرتا ہے۔ اس لئے اباحیت پسندوں کی طرف اس فرقہ کا ہاتھ بڑھتا ہوا نظر آتا ہے ہم ذیل میں چند ایسے مسائل پیش کررہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرقۂ غیر مقلدین مذہب کے نام پر اباحیت کو فروغ دے رہا ہے ''غیر مقلدین کے چند گندے مسائل'' میں ہم نے ان کی ذہنیت کا پتہ دیا تھا۔ اسی تناظر میں آج کی صحبت میں ''اباحیت کدہ'' میں گھسے ہوئے غیر مقلدین کو دیکھئے۔

۱۔ زنا کو ہر مذہب وملت کے لوگ نہایت گھناؤنی حرکت سمجھتے ہیں۔ ہر سلیم الفطرت آدمی کی طبیعت اس قبیح عمل سے اباء کرتی ہے۔ وہ اپنی ہی عزت وناموس کی طرح سب کی عزت وناموس کو تحفظ فراہم کرتا ہے ہر طرح کے مواقع میسر آنے کے باوجود بدکاری کا دھبہ اپنے دامن شفاف پر نہیں لگنے دیتا اور آبرو باختگی کو جرم سمجھتے ہوئے اس کے خلاف آواز بھی بلند کرتا ہے لیکن گندے ذہن کے لوگ آوارہ مزاج اور مذہب سے بیزار اس

گھناؤنے عمل کو نہ صرف یہ کہ روا رکھتے ہیں بلکہ اپنی سیہ کاریوں کا کھلے بندوں تذکرہ بھی کرتے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ اباحت کا دروازہ چوپٹ کھولنے کے لئے اپنی زنا کاریوں پر کتاب بھی لکھتے ہیں اور حکومت اس طرح کی کتابوں کی سرپرستی بھی کرتی ہے ابھی حال میں ایک کتاب نظر سے گزری جس میں مصنف نے اپنے زنا کے واقعات کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نے چھ سو سے زائد عورتوں سے زنا کیا ہے، اللہ کی پناہ یہ کتاب ایک سرکاری ادارہ نے فراہم کی ہے۔

ایسی صورت میں عزت و ناموس کا تحفظ کس قدر مشکل ہے اور آوارہ مزاجی پر قابو پانا کس طرح ممکن ہوگا۔ پھر جب مذہب کے علمبرداروں کی طرف سے ایسے مسائل منظر عام پر لائے جائیں گے جن سے ہوسناکیوں اور فحاشیوں کی تائید ہوتی ہوگی تو سیلاب فحاشیت کہاں تک پہنچے گا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اہل تشیع کے نزدیک متعہ (غیر منکوحہ سے وقت اور پیسہ طے کر کے زنا کرنا) بہت بڑا کار ثواب ہے ایک مرتبہ متعہ کرنے والے کو ستر حج کا ثواب ملتا ہے اور چار مرتبہ زنا کرنے والے کو معاذ اللہ معاذ اللہ معاذ اللہ پیغمبر اعظم کا درجہ ملتا ہے۔ اسی راستہ پر گامزن غیر مقلدین بھی ہیں اور بہت سے مسائل میں دونوں فرقوں میں رشتہ یگانگت ہے۔ غیر مقلدین کے یہاں بھی متعہ کی کھلی چھوٹ ہے۔ غیر مقلدین کے سرخیل علامہ وحید الزماں حیدر آبادی اپنی کتاب نزل الابرار: ج ۲ ص ۳۳ میں لکھتے ہیں:

المتعة ثابت جوازها بآيه قطعية للقرآن.

قرآن مجید کی آیت قطعی سے متعہ کا جواز ثابت ہے۔

یعنی جب چاہا جہاں چاہا کسی منکوحہ، غیر منکوحہ پر ڈورے ڈالے فیس طے ہوئی وقت مقرر ہوا اور پھر لطف اندوز ہوئے، نہ نکاح کی ضرورت اور نہ ایجاب و قبول کی شرط اور نہ گواہوں کا خرخشہ ہم تم راضی تو کیا کرے گا قاضی داد عیش دیتے رہو کہ عالم دوبارہ نیست۔

کوئی بتائے تو سہی کہ یہ اباحیت کا فروغ ہے یا نہیں؟ اس سے زنا کی تائید

اور اشاعت میں کوئی کسر رہ گئی ہے؟ اگر متعہ کو غیر مقلدین جمہور امت کی طرح حرام و ناجائز سمجھتے ہیں اور علامہ وحید الزماں حیدر آبادی کے مسئلہ کو غلط مانتے ہیں تو خاموش کیوں ہیں؟ یہ خاموشی تو ظرف کے اندر کیا کچھ ہے، اس کا پتہ دیتی ہے اور اباحیین کے زمرہ میں شامل کر دیتی ہے۔

۲- اسی اباحیت اور بے راہ روی کے نتیجے میں یہ مسئلہ بھی غیر مقلدین کے یہاں منظر عام پر آیا کہ زنا کار کے زنا سے اگر لڑکی پیدا ہوئی تو وہ زنا کار اپنی زنا کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔ (عرف الجادی ص:۱۱۳)

اس سے بحث نہیں کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ کے لئے کون سی حدیث وضع کی ہے بات صرف اس قدر ہے کہ اس سے بدکاری کو شہ ملتی ہے یا نہیں؟ اباحیت کا دروازہ کھلتا ہے یا نہیں؟ معاشرہ کو جنسی انارکی کا حوصلہ ملتا ہے یا نہیں؟ دو اور دو چار کی طرح واضح ثبوت کے بعد اباحیین اور غیر مقلدین میں رشتہ یکسانیت تو ہے ہی۔ اس جرأت و دلیری کی داد دیجئے کہ اپنی ہی لڑکی سے نکاح کی چھوٹ دی جا رہی ہے خواہ وہ زنا ہی سے کیوں نہ ہو، سلیم الفطرتی اس بد مذاقیکو کب قبول کرتی ہے۔ لیکن اباحیوں کے نزدیک سب کچھ روا ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی مشت زنی ہے۔

۳- غیر مقلدین کے نزدیک ہاتھ سے رگڑ کر یا کسی اور چیز سے منی خارج کرنا اس شخص کے لیے مباح ہے جس کے بیوی نہ ہو اگر گناہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو واجب یا مستحب ہوتا ہے۔ (عرف الجادی ص ۲۱۴)

یعنی ہر غیر شادی شدہ کنوارے کو عام اجازت ہے کہ وہ مشت زنی کر کے منی خارج کرتا رہے اور اپنی صحت کو تباہ و برباد کرتا رہے۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ بھلا کوئی تصور بھی کر سکتا ہے کہ شریعت اسلامیہ کسی ایسے کام کی اجازت دے سکتی ہے جس سے صحت برباد ہو جائے اور وہ مستقبل میں نکاح کے لیے نااہل ہو جائے کتنا بڑا الزام ہے یہ شریعت اسلامیہ پر۔ غالباً غیر مقلد علامہ کی نظر ان احادیث پر نہیں رہی جن میں اس قبیح حرکت پر سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ ہو سکتا ہے اباحیت پسندی نے ان احادیث کو قابل اعتناء نہ سمجھا ہو۔

حدتو یہ ہے کہ مشت زنی کی اجازت عام ہی نہیں بلکہ بعض مواقع پر واجب ہے۔ غالباً مشت زنی کی اجازت ان لوگوں کو دی گئی ہے جو متعہ کی طاقت نہیں رکھتے اور فیس ادا نہیں کر سکتے ورنہ پھر گناہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہی کیوں لاحق ہوگا۔ حسب استطاعت متعدد عورتوں سے متعہ کیا جاسکتا ہے جو غیر مقلدین کے نزدیک گناہ نہیں۔ کیا کوئی غیر مقلد یہ بتا سکتا ہے کہ مشت زنی کس حدیث میں روا رکھی گئی ہے اور متعہ کس آیت کریمہ سے ثابت ہے؟

۴- اس اباحیت پسندی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ رنڈی کا زنا سے کمایا ہوا مال حلال ہے صرف توبہ کر لینا کافی ہے (فتوی مولانا عبداللہ غازی پوری غیر مقلد ۱۳۲۹ھ)

انسانی سماج میں دیکھا جاتا ہے کہ جو آدمی جن عادات واطوار کا حامل ہوتا ہے اسی قماش کے اس کے احباب اور رفقاء ہوتے ہیں نیک لوگ نیکوں کے ساتھ رہتے ہیں اور گندے لوگ گندے لوگوں کو اپنا دوست بناتے ہیں جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں میں بھی یہی وصف دیکھا جاتا ہے، گبریلا مشہور کیڑا ہے وہ غلاظت ہی میں مست رہتا ہے اور اسی کی گولیاں بنا کر اپنے مسکن تک لے جاتا ہے اور اپنے ہم جنسوں کو راحت پہنچاتا ہے رنڈی سے کس کو دلچسپی اور ہمدردی ہوسکتی ہے وہی لوگ جو طوائف کو پسند کرتے ہیں اور متعہ کا سہارا لے کر بدکاریوں میں ڈوبے ہوئے ہیں رنڈیوں کی کمائی کو حال قرار دینا نہ صرف یہ کہ زنا کو فروغ دینا ہے بلکہ اباحیت کو ہری جھنڈی دکھانا ہے۔ اباحیین کے نزدیک ہر چیز جائز ہے۔ ان کی شریعت یا ضابطہ حیات ان کی اپنی طبیعت ہے۔ ہوائے نفس کی تکمیل ان کا مطمح نظر ہے۔ نفس کی خواہش جس طرح اور جہاں سے پوری ہوسکتی ہو ضرور کی جائے رنڈیوں کی کمائی کو حلال قرار دینا بلاشبہ بڑی جسارت ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی اور ہے کہ جتنی عورتوں سے شادی کرنے پر دل آمادہ ہو بلا تکلف کرلے۔

۵- حالاں کہ اسلام میں صرف چار شادیوں کی اجازت ہے وہ بھی عدل وانصاف و یکسانیت واستطاعت کے شرائط کے ساتھ اگر ایک سے زائد بیوی کے ساتھ عدل وانصاف اور ادائیگی حقوق میں یکسانیت قائم رکھنے میں اندیشہ ہو کہ وہ ایسا نہیں کر سکے گا تو استطاعت کے باوجود اسے صرف ایک بیوی پر اکتفا کرنا ہوگا۔ اس کے علی الرغم اگر کوئی نام نہاد مسلمان

بیک وقت چار سے زائد بیویوں کو رکھنا جائز سمجھتا ہو اور اس کا فتویٰ بھی دیتا ہو تو وہ حکم الٰہی پر اضافہ کی جسارت کر رہا ہے قرآن مجید میں صرف چار عورتوں تک اجازت ہے، چار سے زائد کی گنجائش کسی زاویہ سے نہیں ہے۔ لیکن جب اعصاب پر عورت سوار ہو اور لذت کوشی کا کوئی دائرہ متعین نہ ہو تو اس کے نزدیک ہوسنا کیوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں چنانچہ چار عورتوں کی صریح قطعیت کے باوجود غیر مقلدین کے یہاں چار سے زائد عورتوں سے بیک وقت نکاح جائز ہے۔ اس کی حد نہیں کہ چار ہی ہوں۔

(ظفر الملاخی ص ۱۴۱، ۱۴۲، عرف الجادی ص ۱۱۵)

صریح حکم الٰہی پر اضافہ تو غیر مقلدین ہی کر سکتے ہیں یہ انہیں کا دل وجگر ہے کہ صاف وصریح حکم خداوندی میں اپنی خواہش نفس کے مطابق اضافہ کر دیں اور لوگوں کو معصیت میں مبتلا ہونے کی دعوت دیں۔ کوئی سوچے تو سہی کہ اس لامحدودیت کے ڈانڈے اباحیت سے ملتے ہیں یا نہیں؟ آخر اباحیین بھی تو یہی کرتے ہیں کہ وہ دن بھر میں نہ جانے کتنی پینگ بڑھاتے ہیں اور ہوسنا کی کی داد دیتے ہیں اب تو اباحیین بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ ہم مذہب کی آڑ لیکر دائرہ ہوس میں نہیں گھستے اور آپ ہیں کہ شریعت کی اوٹ میں چھپ کر متعہ کرتے ہیں اور ہماری طرح بہت سی عورتوں سے جنسی تعلقات کو جائز قرار دیتے ہیں۔

کیا اسلامی تاریخ میں کسی نام نہاد مسلمان نے بھی اس طرح کی کھلی چھوٹ دی ہے؟ اگر ایسا ہو تو ہم بھی اپنی معلومات میں اضافہ کے خواہشمند ہیں۔ لیکن اس کا کیا جائے کہ ہوس کی رسی دراز ہے اور جو بات کسی شریف الطبع آدمی کے ذہن میں نہیں آسکتی وہ بھی بساط ہوسنا کی پر بازی کے لیے موجود ہے۔

۶ - اس کی ایک مثال غیر مقلدین کا یہ مسئلہ ہے کہ عورت بغیر تمام ستر چھپائے تنہا نماز پڑھے یا دوسری عورتوں کے ساتھ اپنے شوہر کے ساتھ ہو یا دیگر محارم کے ساتھ، غرض ہر طرح صحیح ہے زیادہ سے زیادہ سر چھپالے۔ (بدور الاہلہ ص: ۳۹)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا عورت کے سامنے برہنہ یا نیم برہنہ ہونا کوئی عیب کی

بات نہیں۔اسی طرح بیوی بحالت نماز بھی شوہر کو نیم برہنہ ہو کر لذت کام و دہن کی دعوت دے سکتی ہے اور محارم کے بارے میں تو زبان کھولتے ہوئے حجاب محسوس ہو رہا ہے کون عورت ہوگی جو ستر چھپائے بغیر محارم کے سامنے آتی جاتی ہوگی۔عام حالات میں تو تصور بھی نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ نماز میں جو سب سے اہم ترین عبادت ہے مگر لذت کوشیوں کا دائرہ جب لامحدود ہو جاتا ہے تو اس طرح کے ''بے حجاب'' مسائل کا آنا ناگزیر ہے۔چاہے اس سے اباحیت کو فروغ ملتا ہو یا بے پردگی اور عریانیت کی مذہب میں نظیر قائم ہوتی ہو۔یہ مسئلہ بیان کرتے ہوئے ذرا بھی نہ سوچا کہ اس کی زد کہاں کہاں پڑتی ہے۔کسی بیماری اور عذر کا حوالہ اس مسئلہ میں ہوتا تو بات قرین قیاس تھی چوں کہ نواب صاحب غیر مقلدوں کے سر خیل ہیں اس لئے نظر میں کوئی حدیث تو ہوگی۔نواب صاحب کی طرف سے کوئی غیر مقلد ہی حدیث صحیح کی نشاندہی کر دیں۔

۷۔ اسی اباحیت پسندی کی دین ہے کہ کافر کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔ (دلیل الطالب ص:۴۱۳، عرف الجادی ص:۲۴۷)

ماشاء اللہ باپ بیٹے نے ہم نوا ہو کر بڑا مسئلہ حل کر دیا۔جس ہوٹل میں جی چاہے گوشت جی بھر کر کھایا جائے۔یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ گوشت جھٹکے کا ہے یا کسی مسلمان نے اللہ کا نام لیکر ذبح کیا ہے۔جب کافر کا ذبح کردہ حلال ہے تو پھر تحقیق کی ضرورت ہی کیا ہے یہ مسئلہ غیر مقلدین ہی بیان کر سکتے ہیں جو عمل بالحدیث کے مدعی ہیں۔بیچارے مقلدین بالخصوص احناف جو درحقیقت احادیث کے سب سے بڑے عامل آثار صحابہ کے سب سے بڑے متبع، ائمہ کرام کے پیروکار ہیں وہ کب اس طرح کے مسائل تصور میں بھی لا سکتے ہیں۔یہ کام تو غیر مقلدین ہی کر سکتے ہیں جو چار عورتوں سے زیادہ کی تعداد پر نکاح کے لئے کوئی قید نہیں لگاتے اور اباحیت کا دروازہ کھولنے میں پیش پیش ہیں۔اگر کوئی آیت کریمہ اس مسئلہ کی طرف اشارہ بھی کرتی ہو تو نشاندہی کرنے میں کیا مضائقہ ہے اور کوئی حدیث صحیح سامنے ہو تو وہی پیش کر دی جائے۔ورنہ یہ تسلیم کیا جائے کہ اس سے بھی حلال و حرام کی تمیز اٹھتی ہے اور اباحیت کو فروغ ملتا ہے یعنی حسب خواہش بلا تامل سب کچھ کھالیا جائے۔

۸- اسی اباحیت پسندی کا نتیجہ ہے کہ بندوق سے کیا ہوا شکار اگر مرجائے تو بھی غیر مقلدین کے نزدیک کھانا جائز ہے اور حلال۔ (دیکھئے بدور الاہلہ ص ۳۳۵)

یہ مسئلہ بھی غیر مقلدین کا قیاسی ہے حالانکہ یہ قیاس بے بنیاد ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ اس طائفہ کو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ حلال و جواز ایک شرعی حکم ہے اور شرعی حکم کے لئے نص شرعی ہونا چاہیے لیکن جب معاملہ داد عیش دینے کا ہو تو بے بنیاد قیاس سے سہولت پیدا کرلینا کوئی بڑی بات نہیں ہے نوابوں ، جاگیرداروں تعلقہ داروں اور زمینداروں کا محبوب مشغلہ رہا ہے اپنے ہمراہ نوکروں کا جتھ لیکر جنگلوں میں بندوقوں سے شکار کرنا شکار میں بہت سے جانور گولی لگنے سے مرجاتے تھے۔ سہولت اسی میں نظر آئی کہ مردہ شکار کو حلال و جائز قرار دیکر بھرپور لطف اٹھایا جائے۔ یعنی جس طرح غیر مسلم شکاری اپنے مردہ شکار کو بلا تامل کھاتا اور کھلاتا ہے اسی طرح مسلمان بھی اس میں قباحت محسوس نہ کریں گوشت خوری کے معاملہ میں کافروں سے اس حد تک رواداری تو سامنے آچکی ہے کہ ان کا ذبیحہ جائز ہے۔ آخر یہ اباحیین کا نقش قدم ہے یا نہیں؟ اباحیت زدہ لوگ یہی سب کچھ کرتے ہیں ان کے یہاں سب کچھ جائز و حلال ہے۔

۹- غیر مقلدین نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دریا کے تمام جانور خواہ زندہ ہوں یا مردہ سب حلال ہیں مگر طافی۔ (بدور الاہلہ ص ۳۳۳ عرف الجادی ص ۲۴۷)

دریائی جانوروں کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اس میں مچھلی کی اقسام کے علاوہ کچھوا، کیکڑا، دریائی سانپ، دریائی گھوڑا، اودبلاؤ، دریائی سور اور نہ جانے کتنے جانور سمندر میں اور دریاؤں میں رہتے ہیں سوس، ناک، اور گھڑیال تو معروف جانور ہیں۔ بیچارے احناف تو صرف مچھلی کی حد تک جانتے ہیں کہ دریا کا یہی ایک جانور حلال وطیب ہے کچھوا اور دبلاؤ تو وہ جانیں جن کے یہاں ان کو مزے لے لے کر کھایا جاتا ہے۔ ایک غیر مسلم پتھر کٹ سے میں نے کہا کہ تم کچھوے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کھاتے ہو اور ذرا بھی گھن نہیں آتی اس نے کہا صاحب آپ لوگ کیا جانیں اس کا گوشت نہایت لذیذ اور چربی دار ہوتا ہے۔ سردیوں میں اگر گرم گرم نہ کھالیا جائے تو ٹھنڈا ہونے پر کھایا نہیں جاسکتا۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ فرقۂ غیر مقلدین کے لوگ دریائی جانوروں سے کس حد تک لطف اندوز ہوتے ہیں نواب صاحب کے تذکرہ نگاروں نے بھی اس طرح کا کوئی واقعہ نہیں لکھا ہے، قرین قیاس تو یہی ہے کہ احناف کے معاشرہ میں رہ کر ایسا دل وجگر کہاں سے لائیں ورنہ غیر مقلدیت تضحیک کا عنوان بن جائے گی اور لوگ نہ جانے کن کن ناموں سے یاد کرنے لگیں گے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہوگی کہ غیر مقلد بنانے کا مشن کمزور ہو جائے گا اور ایسے مذہب سے لوگوں میں طبعی نفرت پیدا ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے اسی نقطۂ نظر سے حلال کہنے کے باوجود نہ کھاتے ہوں۔ اباحیین تو سب کھاتے ہیں لیکن مذہب کا سہارا لیکر نہیں مذہب سے علیحدہ ہو کر۔ پوچھنا صرف یہ ہے کہ کیا اباحت زدہ لوگوں اور غیر مقلدین میں کسی حد تک مماثلت ہے یا نہیں؟ کیا اس مسئلہ سے اباحیت کو فروغ ملتا ہے یا نہیں؟ کیا غیر مقلدین کے سامنے یہ حدیث ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے لئے دو میتہ ایک مچھلی دوسرے جراد (ٹڈی) حلال کئے گئے ہیں پھر ایسا کیوں؟ کہ دریا کا ہر جانور حلال ہے۔ لیکن جو فرقہ بلا جھجک ایک ایسے جانور کو حلال کہتا ہو جس کو سلیم الطبع آدمی دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا وہ بھی غیر مقلدین کے نزدیک حلال ہے۔

۱۰- نواب صاحب اور ان کے صاحبزادے نور الحسن خاں فرماتے ہیں کہ ساہی کھانا جائز ہے حرمت کی حدیث ثابت نہیں۔ (بدور الاہلہ ۳۵۱ عرف الجادی ص ۲۳۵)

ساہی کا ایک دوسرا نام بھی معروف ہے گو وہ فارسی ہے خار پشت اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس جانور کی پشت پر بڑے بڑے نوکیلے کانٹے ہوتے ہیں عموماً یہ جانور اپنے کانٹے سمیٹے رہتا ہے اپنے تحفظ یا حملہ کے وقت کانٹے پھیلا دیتا ہے قد وقامت کے لحاظ سے چھوٹی بلی کے برابر ہوتا ہے، بہت سے لوگ ساہی کو جنگلی چوہا بھی کہتے ہیں۔ غیر مقلدین کے معتدر علماء اس کا کھانا حلال قرار دیتے ہیں اس لئے کہ حدیث سے حرمت ثابت نہیں، نواب صاحب نے ہو سکتا ہے کہ کبھی شکار کیا ہو اور کسی نوکر نے پوچھ لیا ہو کہ حضور اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟ بلا تامل جواب دے دیا ہو بالکل حلال ہے اور عجب نہیں کہ لطف اندوز بھی

ہوئے ہوں اس کے بعد فتوی دے دیا کہ حلال ہے۔

سبحان اللہ یہ بھی نہ سوچا کہ حلال جانوروں کی صراحت آئی ہے اور جو اس فہرست میں نہیں ہیں وہ کیوں کر حلال ہو سکتے ہیں پھر ساہی تو خوں خوار ہے۔ لیکن اس جلت کو کیا کہیے جس میں نظافت و پاکیزگی دور دور تک دکھائی نہیں دیتی اور ڈانڈے اباحیین سے ملتے دکھائی دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائیں تو انشاء اللہ آئندہ چند مسائل پر مزید گفتگو ہوگی۔

ھو الموفق

غیر مقلدین کے چند بے بنیاد مسائل

معاش انسان کا وہ اہم ترین مادی مسئلہ ہے جس کے محور پر انسان کے اکثر و بیشتر حرکات و اعمال گردش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، معاشی انسان کو آسانی کے ساتھ تین زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، پہلا زمرہ تو وہ ہے جس میں انسان مذہبی احکام کی پابندی کرتے ہوئے معاش کا مسئلہ حل کرنے کی تگ ودو کرتا ہے۔ یہ زمرہ گو بظاہر خوش حال نظر نہ آتا ہو لیکن اس گروہ کے چہرے سے طمانیت اور سکون کی شعائیں پھوٹتی نظر آتی ہیں۔ یہ زمرہ مذہبی امور کی ادائیگی کے ساتھ مذہب کی حدود و قیود کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے معاش کو نہایت سبک روی سے حل کرتا ہے اور اپنے خالق و مالک کے حضور میں شکر بھی ادا کرتا ہے ہر وہ معاشی راستہ جو اس کی نظر میں ناہموار یا مشکوک ہوتا ہے اس سے وہ گریز کرتا ہے دوسرا معاشی زمرہ وہ ہے جس میں وہ لوگ شامل ہیں جو مذہب کو تسلیم کرتے ہوئے معاشی راہ عمل میں تقریباً آزاد ہیں۔ معاش کو حل کرنے میں مذہبی دائرہ سے نکل جانا معیوب نہیں سمجھتے بلکہ اپنی عقلی موشگافیوں سے اپنی غلط روی کو مذہبی دائرہ میں لانے کی سعی ناروا کرتے ہیں۔ یعنی یہ زمرہ اچھے اور برے اعمال کا مجموعہ ہوتا ہے۔

تیسرا زمرہ وہ ہے جو مذہب سے علیحدہ اپنی راہ عمل طے کرتا ہے۔ اس کے پیش نظر صرف معاشی ترقی ہوتی ہے اور بس۔ اس سے سروکار نہیں ہوتا کہ مال جائز راستے سے آیا یا غلط راستوں سے حاصل کیا گیا ہے۔ یہ زمرہ اپنی مادی ترقی میں ہی سرگرداں ہے اور یہی اس کی آخری منزل ہے۔

لیکن حیرت ان مذہبی لوگوں پر ہوتی ہے جو مذہب کا دم بھرتے ہوئے مادیت

کے حصول میں سب کچھ کر گزرتے ہیں مزید حیرت اس نوزائیدہ فرقہ پر ہے جو غیر مقلدین کے نام سے مشہور ہے اس فرقہ کا دعویٰ ہے کہ وہ کوئی عمل حدیث کو دیکھے بغیر نہیں کرتا یعنی بزعم خود یہ فرقہ سب سے زیادہ متبع سنت ہے۔ہم نے اپنے چند مضامین ''غیر مقلدین کی شورش''،''غیر مقلدین کے گندے مسائل''،''غیر مقلدین کی اباحت پسندی'' میں اس کے اتباع سنت کی قلعی کھولی ہے کہ یہ فرقہ کس حد تک احادیث نبویہ کا پابند ہے اور کس حد تک اپنے نفس کا اتباع کرتا ہے۔اس فرقہ کے مقتدر و متبحر علماء جن پر غیر مقلدیت کی عمارت کھڑی ہے وہ عقائد و مسائل میں کس کے پابند ہیں کتاب وسنت کے یا اپنے مضحکہ خیز قیاسات کے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ انکا طرز فکر کیا ہے؟ ائمہ کرام رحمہم اللہ کے ساتھ اس نوزائیدہ فرقہ کا رویہ کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اس بے راہ روی کے نتیجے میں غیر مقلد علماء کے قلم سے ایسے معتقدات و مسائل منظر عام پر آئے ہیں جن کا شریعت اسلامیہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کو بغیر باپ کے پیدا کیا لیکن غیر مقلدین ان کے لئے باپ ثابت کرنے کی سعی ناروا کرتے ہیں اور یہی ان کا عقیدہ ہے۔یہی حال مسائل کا بھی ہے۔آج کی صحبت میں ہم اور چند بے بنیاد مسائل کی نشاندہی کرتے ہیں جن کا تعلق شریعت اسلامیہ سے نظر نہیں آتا۔

۱۔ سود کی حرمت و قباحت سے ہر مسلمان واقف ہے اور اگر کوئی مسلمان سودی کاروبار میں شامل ہے وہ بھی اعتقادی طور پر اس کی حرمت کا قائل ہے۔اس کو جائز سمجھ کر نہیں کرتا اور نہ ہی سودی کاروبار کی ترغیب دیتا ہے قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں سود کی حرمت صاف وصریح الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔سودی کاروبار کرنے والوں کے تعلق سے قرآن مجید میں جو تہدیدی الفاظ استعمال ہوئے ہیں اس آیت کریمہ کو پڑھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور روح کانپ اٹھتی ہے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ (حکم خداوندی پہنچنے کے بعد) جو کوئی پھر سود لے تو وہی لوگ ہیں دوزخ والے۔وہ اس میں ہمیشہ ہیں گے (البقرہ ۲۷۵) اسی رکوع کی

آیت ۲۷۹ میں ارشاد ربانی ہے کہ پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کو ....

چناں چہ ائمہ کرام اور علماء عظام نے کتاب و سنت کو پیش نظر رکھ کر سود پر تحقیق کا حق ادا کر دیا اور سود کے جتنے راستے ہو سکتے ہیں اور جہاں بھی سود کا شبہ ہوا ان سب کو حرام قرار دیا اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ سود اتنی بڑی لعنت ہے کہ اس کاروبار کا ہر طرح کا معاون بھی اتنا ہی بڑا مجرم اور گنہگار ہے جتنا براہ راست سودی کاروبار کرنے والا۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خور اور معاونین میں بلحاظ گناہ کوئی درجہ بندی نہیں فرمائی کہ سود خور بڑا مجرم ہے اور اور معاون چھوٹا بلکہ سب کو برابر کا گنہگار قرار دیا، عقل بھی اسی کا فتوی دیتی ہے، ان صراحتوں اور وعیدوں کے باوجود غیر مقلد علماء سود کو جائز قرار دیتے ہیں، دیکھئے دلیل الطالب، عرف الجادی اور البنیان المرصوص میں فرماتے ہیں کہ "چھ چیزوں کے سوا باقی تمام اشیاء میں سود لینا جائز ہے" باقی چیزوں کے لئے احادیث میں صراحت درکار ہے انگلی رکھ کر بتایئے کہ اس شرعی حکم کا ثبوت فلاں فلاں احادیث میں ہے۔ ورنہ اپنی دیدہ دلیری اور جرأت مندی کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کیجئے کہ یہ اتنی بڑی غلطی ہے کہ سود کے دروازے چوپٹ کھل جائیں گے اور غریبوں کا خون چوسنے والے سود خور غیر مقلد علماء کی گردن پر اپنی سودی بندوق رکھ کر سودی گولیاں برساتے رہیں گے۔ ایسی جرأت مندی کا مظاہرہ تو روشن خیال جماعتوں نے بھی نہیں کیا ہے؟ اس فرقہ کا تو دعویٰ ہے کہ وہ احادیث نبویہ کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتا۔ اس لئے ہم احادیث کا مطالعہ کرنے میں حق بجانب ہیں۔

۲- معدنیات میں سونا، چاندی، ایسی قیمتی اور خوبصورت دھاتیں ہیں کہ زیورات انہیں دو دھاتوں کے بنتے ہیں۔ عورتوں میں سونے چاندی کے زیورات پہننے کا نہ جانے کب سے رواج ہے مردوں میں زیورات کو فروغ نہیں مل سکا البتہ امراء وسلاطین میں سونے کا کنگن پہننے کا رواج رہا ہے۔ کسی ملک کی ثروت و غربت کا دارومدار بھی سونے کی زیادتی و کمی پر ہے اور سود کی اصل بھی سونا اور چاندی ہی ہے۔ احادیث نبویہ میں یہ صراحت بھی ہے کہ سونا اور چاندی کو برابر سرابر وزن کے ساتھ بیچو پھر چاندی تو انہی چھ چیزوں میں سے ہے جن کو غیر

مقلد علماء بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں سود حرام ہے۔ اس کے باوجود فرماتے ہیں کہ "سونے چاندی کے زیور میں سود نہیں ہوتا جس طرح چاہے بیچے خریدے کمی زیادتی ہر طرح جائز ہے (دلیل الطالب ص ۵۷۵) مطلب بالکل واضح ہے کہ ۲۰ گرام کی سونے کی انگوٹھی ۲۵ گرام والی انگوٹھی کے بدلے میں لینا جائز ہے۔ ۵ گرام سود نہیں ہوگا۔ کتنا عمدہ قیاس ہے غیر مقلد علماء کا، جس کی کوئی اصل ہے اور نہ سر پیر۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سونا چاندی زیور بننے کے بعد اپنی جنس بدل دیتے ہیں ۲۵ گرام والی سونے کی انگوٹھی کے بدلہ میں ۵۰ گرام سونا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ سبحان اللہ کس قدر سہولت فراہم کردی غیر مقلدین نے، اب تو سونا چاندی کے زیورات بنوا کر جس طرح جی چاہے خرید و فروخت کی جائے۔ ان پر سود کی ہوا بھی نہیں لگے گی۔ زیورات میں سود نہیں ہے اس کی حدیث مطلوب ہے۔

۳- اسی کے ساتھ یہ کھلی چھوٹ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ مال تجارت میں زکوٰۃ نہیں ہے (بدور الاہلہ ص ۱۰۲) اور سونے چاندی کے زیورات میں بھی زکوٰۃ نہیں ہے زکوٰۃ سے بچنے کی کیسی لاجواب تدبیر ہے کہ جو کچھ ہے خواہ نقدی رقمیں ہوں یا سونا چاندی کے چھوٹے، بڑے ٹکڑے سب کے زیورات بنوالیے جائیں زکوٰۃ سے چھٹی مل جائے گی دین و دیانت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ سبحان اللہ کیا نکتہ رسی ہے ایک عبادت سے بچنے کے لیے اور کیسی عمدہ تدبیر ہے زکوٰۃ کو بے وزن عبادت بنانے کے لئے اور اسی پر بس نہیں بلکہ مال تجارت میں بھی زکوٰۃ نہیں خواہ وہ لاکھوں لاکھ کا مال ہو اور روزانہ لاکھوں روپے کی خرید و فروخت بھی ہوتی ہو پھر بھی مال تجارت زکوٰۃ سے بری ہے۔ بڑے پتہ کی بات بتائی نواب صاحب نے اس مسئلہ کے مطابق تو سب ہی چھوٹے بڑے تاجر زکوٰۃ سے بچ گئے تاجروں کے پاس نقد رقم تو کم ہی جمع ہوتی ہے جو مال فروخت ہوا اس کا دوبارہ ہی مال خریدا گیا۔ ہر تاجر کے ہاں دور جاری رہتا ہے اور غالباً تجارتی اصول بھی یہی ہے۔ جو پس انداز ہوا وہ اخراجات میں صرف ہو گیا اور مال تجارت میں زکوٰۃ ہے ہی نہیں۔ پھر زکوٰۃ کون لوگ دیں گے یہ بھی نواب صاحب بتادیتے تو کیا اچھا ہوتا اور اسی کے ساتھ وہ صحیح حدیث بھی جس میں مال تجارت کو زکوٰۃ سے بری قرار دیا گیا ہو۔

۴۔ ابھی ہم نے زیورات پہننے کے ضمن میں لکھا ہے کہ عورتوں میں زیورات پہننے کا رواج نہ جانے کب سے ہے البتہ مردوں میں زیوارت کو فروغ نہیں مل سکا امراو سلاطین میں سونے کا کنگن پہننے کا رواج رہا ہے۔ مردوں کو زیور پہننے کی اجازت ہوسکتا ہے کسی مذہب نے دی ہو، اسلام میں تو اس کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ سونے چاندی کے ظروف کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ لیکن غیر مقلد علماء کو زیورات سے خاصی دلچسپی ہے۔ نواب صاحب اور دیگر غیر مقلدین علماء نے مردوں کے لیے بھی بلا تکلف چاندی کا زیور پہننا جائز قرار دیا ہے۔ نواب صاحب (بدورالاہلہ ص ۳۵۶، دلیل الطالب ص ۳۴ و ۴۳۵) میں فرماتے ہیں ''جوان مردوں اور لڑکوں کو چاندی کا زیور پہننا جائز ہے'' زیورات کے اقسام متعدد ہیں، انگوٹھی دست بند، بازو بند، بالیاں، جھمکے، کڑے، پازیب وغیرہ پتہ نہیں مردوں کے لئے سب جائز ہیں یا چند مخصوص زیورات، نواب صاحب نے کسی زیور کا نام نہیں لیا ہے اور مسئلہ کے الفاظ بھی صاف وصریح ہیں اس لئے تعیین کا حق بھی کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اس لئے سب ہی اقسام کے زیور بلا تر دد جائز ہیں۔

جوان مردوں اور لڑکوں کو زیورات پہنانے کے بعد عورتوں کی صف سے ممتاز کرنا بھی دشوار طلب کام ہوگا اور دور سے لڑکوں اور لڑکیوں کی شناخت کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ابھی چند سال پہلے ہی بالوں کا نوجوانوں میں خاصا زور تھا لڑکوں اور لڑکیوں میں امتیاز بہت مشکل تھا شاعروں نے بھی اس فیشن کو اپنے طنز و مزاح کا نشانہ بنایا اور خوب خوب پھبتیاں کسیں، اسی زمانہ کا ایک شعر یاد آ گیا ہے آپ بھی لطف اندوز ہوں۔

فیشن کے تصدق یہ عجب ہوتا ہے دھوکہ
یہ لڑکا کھڑا ہے یا کوئی لڑکی کھڑی ہے

بہر حال ہمیں تو حدیث درکار ہے کہ کس حدیث میں چاندی کا زیور پہننے کی اجازت دی گئی ہے؟ علامہ شوکانی اور نواب صاحب کی طرف سے کوئی صاحب تو سامنے آئیں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے؟

۵۔ جوان مردوں اور لڑکوں کو نقرئی زیورات سے آراستہ کرنے کا تقاضا لہو ولعب کی

دنیامیں رقص وسرود بھی ہے ورنہ یہ آراستگی بے مزہ ہو جائے گی لہو ولعب کے دیوانے بے لطف نہ ہوں۔ علامہ وحید الزماں حیدر آبادی مشہور غیر مقلد عالم فرماتے ہیں کہ ’’تفریح طبع کے لئے گانا بجانا مختلف فیہ ہے اور عید، شادی اور دیگر خوشی کے مواقع پر جائز بلکہ مستحب ہے‘‘ (اسرار اللغۃ پارہ ششم ۸۶) جی ہاں گانا بجانا جائز ہی نہیں مستحب ہے۔ پہلے تو علامہ کی اس عبارت پر نظر ڈالیں کہ تفریح طبع کے لئے مختلف فیہ ہے یعنی کسی نے جائز کہا اور کسی نے ناجائز، عید وشادی میں مستحب ہے گویا عید کی خوشی کو دوبالا اور شادی کی مسرت کو دو چند کرنے کے لئے بزمِ سرود کا انعقاد کارِ ثواب ہے۔ استحباب کا مطلب تو یہی ہے۔ علامہ نے غالباً اپنے جملہ پر غور نہیں کیا یا پورے عالم انبساط میں غور وفکر اور احادیث کو سامنے رکھ کر لکھا ہے کہ ’’دیگر خوشی کے مواقع پر جائز بلکہ مستحب ہے‘‘ اختصار کی بات تو ہوتی کہ ہر خوشی کے موقع پر گانا بجانا مستحب ہے عید اور شادی بھی اس میں شامل ہو جاتے، ورنہ چند خوشی کے مواقع مزید گنادیتے۔ مثال کے طور پر بچہ کی پیدائش پر خوشی ہوتی ہے، گھر تو گھر عزیز و اقارب بھی خوش ہو جاتے ہیں یہ بھی ایک موقعہ ہے گانے بجانے کا چند آراستہ وپیراستہ خوش آواز لڑکوں سے سر تال کے ساتھ گانے سنے جائیں باجا خواہ انگریزی ہو یا ہندوستانی، اسی ضمن میں خوشی کا دوسرا موقعہ عقیقہ کا دن ہے۔ پر تکلف دعوت کے ساتھ گانے بجانے کی محفل سونے پر سہاگہ کا کام کرے گی اسی طرح خوشی کے مواقع بہت سے ہیں، کسی عالم وعلامہ کا استقبال بھی محفل سرود منعقد کر کے کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ جہاں آمد کی خبر کانوں کان ہوتی اس طرح استقبال سے خلق خدا ٹوٹ پڑے گی اور شاندار استقبال ہوگا۔

۶- آمد کا وقت بھی اذان کا خیال رکھتے ہوئے مقرر کیا جائے تا کہ استقبال کی ابتداء کسی خوش گلو عورت کی اذان سے ہو، قارئین چونکیں نہیں، سرخیل غیر مقلدین نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں کہ ’’موذن کے لئے مرد ہونا شرط نہیں بلکہ عورتوں اور مردوں کا حکم ایک ہے یعنی عورت بھی موذن ہو سکتی ہے‘‘ (بدور الاہلہ ص ۴۶) کیا عورت کی اذان سے استقبال کا رنگ چوکھا نہیں ہوگا، موجودہ دور تو لاوڈ اسپیکر پر اذان دینے کا ہے خوش الحان موذنہ کی آواز سے لطف اندوز ہو کر نہ جانے کتنے۔ بے نمازی ٹوٹ پڑیں گے اور استقبال

کے شاندار ہونے میں کوئی کسر نہیں رہے گی۔

اب تک قارئین نے جو مسائل پڑھے ان سے کیا نتیجہ نکلتا ہے کیا یہ مسائل اسلام کی اچھی تصویر پیش کرتے ہیں یا اباحیت کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔عورت کا اذان دینا کیوں کسی کی سمجھ میں آیا ہوگا، پردہ دار کو بے پردہ کرنا کب کسی نے سوچا ہوگا، پردہ نشین عورت کی آواز کو سر بازار نیلام کرنے کا خیال کب کسی نے کیا ہوگا لیکن یہ سب کچھ آپ دیکھ رہے ہیں۔

۷- ایسا کیوں ہے؟ عورت کو اذان کی اجازت کیوں دی گئی، اس کے پس منظر میں یہ مسئلہ ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک "پردہ کی آیت خاص ازواج مطہرات ہی کے بارے میں وارد ہوئی ہے امت کی عورتوں کے واسطے نہیں ہے" (البنیان المرصوص ص ۱۶۸) لیجئے حیرت واستعجاب کا ماحول ختم ہوا اور بات واضح ہو کر سامنے آ گئی کہ جب سرے سے پردہ ہی نہیں ہے تو عورتوں سے اذان دلانے میں کیا حرج ہے اللہ آمین منایئے کہ امامت کے لئے آگے نہیں بڑھایا ورنہ نہ جانے کتنے طوفان سر سے گزر جاتے اور مسجد میں خوں ریزیاں ہوتیں، پھر بھی اس حد تک تو آ ہی گئے کہ "نابالغ لڑکے کی امامت بالغین کے لیے صحیح ہے" (عرف الجادی ص ۳۸) مسئلہ کیا ہوا لذت اندوزی کے دروازے کھل گئے غیر مقلدیت کیا ہوئی اسلام کا نیا ایڈیشن تیار ہو گیا یہ بھی جائز وہ بھی جائز۔

۸- حد تو یہ ہے کہ غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنا جائز ہے اور دکھاوے کے دانت یہ ہیں کہ شرک ہے۔اس کے جواز کے قائل ایک علامہ نہیں نہ جانے کتنے ہیں دو کی نشاندہی تو اسی وقت کئے دیتے ہیں۔علامہ وحید الزماں حیدر آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ "غیر اللہ کو ندا کرنا مطلقاً جائز ہے" (ہدیۃ المہدی ص ۲۳) یعنی کسی کو مدد کے لیے پکارا جائے نبی ہوں، ولی ہوں، عالم ہوں، جاہل ہوں، عالم ہوں، غیر مسلم ہوں جن ہوں، فرشتے ہوں، سب کو ندا کرنا مطلقاً جائز ہے۔ہم نے تو صرف چند نام لئے ہیں مطلق میں تو ساری مخلوقات شامل ہے خواہ گنگا کی دہائی دی جائے یا دیوی دیوتا کی، سب کو دہائی دینا مطلقاً جائز ہے چنانچہ صرف دو صفحہ کے بعد اسی کتاب کے صفحہ ۲۵ پر علامہ وحید الزماں حیدر آبادی تحریر فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا حضرت علی کو یا کسی ولی کو یہ خیال کر کے ندا کرے کہ ان کی

سماعت عامۃ الناس کی سماعت سے اوسع ہے تو شرک نہیں"

ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو مدد کے لئے پکارے گا، اس کی دہائی دے گا تو اسُ کو مدد دینے کا اہل سمجھ کر ہی پکارے گا، اس کا اعتقاد ہوگا کہ وہ جس کو پکار رہا ہے وہ خود مختار، طاقتور اور خدائی میں شریک ہے وہ میری حاجت روائی کر سکتا ہے میری پریشانیاں اور مشکلات دور کرنے کی اس میں بھر پور طاقت ہے وہ پکارنے والے کی پکار کو ہر جگہ سے سن لیتا ہے اس کی قوت سماعت اوسع یعنی بہت زیادہ وسیع ہے یعنی ایک مسلمان جس طرح اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ حاجت روا، مشکل کشا، حاکم مطلق، سب کچھ جاننے والا، سننے والا، خبر رکھنے والا ہے، مذکورہ فتویٰ کے مطابق غیر اللہ میں بھی یہ سب طاقتیں موجود ہیں چنانچہ علامہ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اس فتویٰ پر عمل کر کے دکھا دیا فرماتے ہیں

قلبۂ دیں مددے کعبہ ایماں مددے
ابن قیم مددے قاضی شوکانی مددے۔

(دیکھئے فتح الطیب ص:۴۷،۵۷)

یہی سب کچھ تو رضا خانی علماء بھی کہتے ہیں وہ بھی بلا تکلف **یاعبدالقادر شیئا للہ، یاعلی المدد**، پکارتے ہیں اور جس کو بزرگ مانتے ہیں ان کو حاجت روائی کے لئے پکارنے میں فخر محسوس کرتے ہیں نواب صاحب نے حافظ ابن قیم اور قاضی شوکانی کو پکار کر اس کا ثبوت بہم پہنچا دیا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں رضا خانیوں کے ہمنوا ہیں۔ اسی زمرہ کے چند اور مسائل ہیں جن میں قبر پرستی بھی شامل ہے۔ انشاء اللہ کبھی موقعہ ملا تو حوالوں کے ساتھ وہ بھی پیش کئے جائیں گے اور دیکھیں گے کہ کس حد تک یہ عامل بالحدیث ہیں اب تک تو آپ نے کتاب وسنت پر عمل دیکھ لیا۔ یہ فرقہ تو وہ ہے جو مدد کے لئے مطلقا کسی کو پکار سکتا ہے حافظ ابن قیم اور قاضی شوکانی سے مدد کے لئے دہائی دے سکتا ہے لیکن فخر موجودات نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ کا سفر ناجائز سمجھتا ہے۔

۹- جی ہاں مدینہ منورہ کا سفر جہاں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں ہاں جس سرزمین کا چپہ چپہ ایمانی شعاعوں سے منور ہے، جس کی گلی کوچے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ

علیہ وسلم کے مبارک و مسعود نفس گرم سے معمور ہیں، جس کی ایک ایک چیز ایمان و یقین میں زیادتی کا باعث ہے، جہاں شب و روز ارحم الراحمین کی رحمتیں برستی ہیں، جس سرزمین سے اسلام کا ایمانی پرچم لہرایا اور آن کی آن میں پوری دنیا کو متاثر کر گیا وہی مدینۂ پاک جس نے خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کر کے عالم انسانیت کو انسانیت کا درس دیا۔ ہاں ہاں وہی ارض پاک جو فرشتوں کی جولان گاہ ہے، وہی سرزمین پاک جس کا ایک ایک ذرہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زہد و تقویٰ، ایثار و بے نفسی، فدائیت و تابعداری، جاں سپاری و عقیدت، محبت و شیفتگی، قربانی و جہاد، اولوالعزمی و ثابت قدمی، حوصلہ مندی و صداقت، شجاعت و سخاوت، عفو و درگذر اور ہزاروں اوصاف حمیدہ کا گواہ ہے۔ ہاں وہی شہر مقدس جس کی مسجد نبوی میں جنت کی کیاری ہے، وہی شہر نبوت جس کے در و دیوار سے آج بھی اسلام کی دعوت ابلتی ہے، وہی شہر قدسیاں جن کی نورانیت سے وہاں کا ذرہ ذرہ تابندہ اور منور ہے ہاں ہاں وہی شہر اسلامیاں جس میں فخر موجودات، خاتم النبیین والرسل، سرور کائنات فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا چشمہ آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا یہی وہ مرکز ایمان ہے جہاں ایمان کی دولت تقسیم ہوتی ہے یہی وہ آستانہ ہے جہاں خالق کائنات کا عرفان میسر آتا ہے یہی وہ زیارت گاہ ہے جس کی زیارت سے ابدی آرام و سکون (جنت) کی ضمانت ملتی ہے یہی وہ زیارت گاہ ہے جس کے دیدار سے ایمان آسمان کی بلندیوں سے بھی بلند ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ صمدیت میں پہنچ جاتا ہے۔

اسی شہر مقدس کے سفر کو غیر مقلدین ناجائز بتاتے ہیں اور صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ کا سفر کرنا جائز نہیں'' (عرف الجادی ص ۲۵۷)

اس مسئلہ سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کو ذات نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت و عقیدت ہے؟ اور احادیث مبارکہ پر اس فرقہ کا کس حد تک عمل ہے؟ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے ثواب سے اس فرقہ کو کتنا لگاؤ ہے؟ زیارت خوابگاہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت حاصل کرنے کی کتنی آرزو ہے عام مسلمان تو یہی جانتا ہے کہ

جس مسلمان کے دل میں فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی تمنا نہ ہو وہ حلاوت ایمان سے محروم اور انتہائی احسان فراموش ہے۔

۱۰۔ اسی حلاوت ایمانی سے محرومی کا نتیجہ ہے کہ اللہ اللہ سے اپنی زبان کو تر رکھنا، لفظ اللہ سے ذکر کرنا فرقہ غیر مقلدین کے نزدیک بدعت ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے البیان المرصوص:۱۷۳)

سبحان اللہ۔ایں کار ازتو آید و مرداں چنیں کنند

غیر مقلدین اگر یہ فتوی نہ دیتے تو ہمیں حیرت ہوتی۔اس لئے کہ یہ فرقہ کتاب و سنت سے آنکھیں بند کر کے اپنے نفس کی پیروی میں مسائل بیان کرنے کا عادی ہے ورنہ یہ خطرناک مسئلہ اس فرقہ کے نوک قلم پر نہ آتا۔قرآن مجید کی متواتر آیات کریمہ میں لفظ اللہ کے ساتھ ذکر کرنے کی تعریف وتوصیف ملتی ہے اور حدیث پاک میں یہ بھی تو ہے کہ جب تک کوئی اللہ اللہ کہنے والا رہے گا قیامت قائم نہ ہوگی" یہ آیات کریمہ بھی غیر مقلدین پڑھ لیں، ہوسکتا ہے کہ سرمہ چشم بصیرت ثابت ہوں۔

۱۔ **الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم الآیۃ**

۲۔ **ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا .الآیۃ**

انشاءاللہ آئندہ ہم "غیر مقلدین کا طویلے میں لتیاؤ" دکھانے کی کوشش کریں گے کہ یہ فرقہ خود ہی ایک دوسرے کے خلاف مسائل بیان کرتا ہے آخر پورا فرقہ مجتہد مطلق ہے نا؟

غیر مقلدین کا باہمی ٹکراؤ

غیر مقلدیت ایک بے معنی اور نا قابل فہم عقیدہ ہے اس کے پس منظر میں نہ نقل ہے نہ عقل، اس کی بنیاد مذہب کے بجائے ہوائے نفس پر ہے اور چونکہ کوئی غیر مقلدیت زدہ کسی بڑے چھوٹے کی تقلید نہیں کرتا، اپنی ہی تحقیق و عقل پر اعتماد کرتا ہے، کسی اصول و ضابطہ کی پابندی بھی اس مذہب میں معیوب ہے، اس لئے ہر غیر مقلد جو پڑھا لکھا ہے یا اپنے علماء کی صحبت میں بیٹھتا ہے خواہ اس کو علم کی ہوا بھی نہ لگی ہو، عقائد و مسائل بیان کرنے میں نہایت جری اور بے باک ہوتا ہے غیر مقلدیت اجتہاد کے دورازے کھول دیتی ہے اور ہر کس و ناکس مجتہد ہوتا ہے، اس لئے مسائل و عقائد میں اختلاف اور باہمی تصادم ناگزیر ہے۔ کسی غیر مقلد مجتہد کا اجتہاد کچھ ہوگا اور دوسرے غیر مقلد کا کچھ، توافق و یکسانیت کی صورتیں کم ہی نظر آئیں گی............ پھر عقل و خرد اور علم و دانش کی دنیا میں غیر مقلدیت بجائے خود مضحکہ خیز ہے تقلید سے مفر کسی میدان میں ممکن نہیں، آخر مقلدین کے پیروکار کس کی تقلید کرتے ہیں، جو کم پڑھے لکھے یا ان پڑھ ہیں وہ کس پر اعتماد کرتے ہیں، آخر ان کی تقلید کو غیر مقلدین نے سند جواز کیسے عطا کر دی جب کہ تقلید غیر مقلدین کی نظر میں مشرکانہ عمل ہے۔ خود فرقہ غیر مقلدین کے چھوٹے علماء اپنے بڑے علماء کی تقلید کرتے ہیں اور کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے ہی غیر مقلد علماء نے عقائد و مسائل کی کتابیں لکھی ہیں اور اپنی تقلید کے دام میں پھنسایا ہے اس کھلی ہوئی تقلید کی دعوت کے باوجود ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی تقلید شرک ہے۔

اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں علم و عمل کی تقلید جرم ہے اور بقلم خود مجتہدین

کی تقلید کار ثواب ہے کیا مناسبت ہے کسی بڑے سے بڑے عالم اور استاذ الکل فی الکل کی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل نے ایک آسمان کی رفعتوں سے علم کے خزانے حاصل کر کے علوم نبوت کو چہار دانگ عالم میں پھیلا دیا ہے اور ایک دنیا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فیض رسانیوں سے مستفیض ہو رہی ہے، دوسرا اپنے تھوڑے سے علم کی تھیلی لے کر محو حیرت ہے کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں ہے اور وہ خود امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کے بحر ناپیدا کنار کو دیکھ کر غواصی کا حوصلہ نہیں پیدا کر سکا تو چاند پر تھوکنے لگا کہ کوئی تو متوجہ ہوگا حالاں کہ نتیجہ معلوم ہے چاند پر تھوکا ہوا منہ پر آتا ہے۔

قمر پہ تھوکنے والوں کے منہ پر آتا ہے
بھلوں کو عیب لگانا کوئی مذاق نہیں

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کرام کے علوم و معارف سے بے اعتمادی بلکہ تضحیک و تمسخر کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس فرقۂ غیر مقلدین کے تبحر علماء باہم الجھ گئے۔ ایک نے ایک چیز کو جائز بتایا تو دوسرے نے ناجائز کا فتویٰ دیدیا، ایک نے حلال کہا تو دوسرے نے حرام باور کرایا، عقائد و مسائل کیا ہوئے طویلے کا لتیاؤ'' ہو گیا۔

ہم نے اپنے چند مضامین میں غیر مقلدین کے عقائد و مسائل کو موضوع بحث بنایا ہے۔ ہوسکتا ہے آپ کی نظر سے گزرے ہوں۔ آج وہ چند مسائل و عقائد پیش خدمت ہیں جو ''طویلے کے لتیاؤ'' کا منظر دکھا رہے ہیں۔

۱- غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا، غیر اللہ کو فریاد رس سمجھنا، نبی و رسول اور اولیاء کرام کو اپنی پریشانیوں میں یا رسول اللہ یا علی، یا عبدالقادر کہہ کر پکارنا، اغثنی یا رسول اللہ سے ندا کرنا، یا مدار یا سالار یا محبوب یا غوث کہہ کر مدد کے لئے پکارنا غیر مقلدین کے نزدیک جائز ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے ہدیۃ المہدی ص ۱۶) یہی عقیدہ غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خاں صاحب کا بھی ہے ایک طویل قصیدہ جو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا گیا ہے اس کے تمام اشعار استغاثہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ اسی قصیدہ کا ایک شعر یہ بھی ہے:

مـالـی وراک مستـغـاث فـارحـمـنـی
یـارحـمة لـلـعـالـمـین بـکـائـی

"آپ کے سوا میرا کوئی فریادرس نہیں ہے، میرے اوپر رحم فرمائیے اور یا رحمۃ للعالمین یہ میری گریہ وزاری آپ کے ہی حضور میں ہے"۔

نواب صاحب موصوف کے یہ اشعار تو بہت مشہور ہیں:

قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایمان مددے
ابن قیم مددے قاضی شوکاں مددے

(نفح الطیب ص ۴۷،۵۷)

یعنی غیر اللہ سے استغاثہ اور استعانت غیر مقلدین کے نزدیک جائز ہی نہیں بلکہ بلا تکلف اس پر عمل ہے اور عوام جو یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث کہہ کر پکارا کرتے ہیں، ان پر شرک کا حکم نہیں لگایا جا سکتا (ہدیۃ المہدی ص ۲۴)

لیکن سرخیل غیر مقلدین مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس عقیدۂ ندائیہ اور استغاثہ کے علی الرغم یہ لکھا ہے کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے اہل حدیث کا مذہب ص ۷۱ تا ص ۲۱)

خدا جانے مولانا امرتسری کی نظر سے اپنے ان بڑوں کی تحقیق گزری بھی یا نہیں جن کے حوالے ابھی آپ پڑھ چکے ہیں یقین تو یہی ہے کہ اپنی جماعت کے اس عقیدہ سے ضرور باخبر ہوں گے لیکن جیسے اور بہت سے مسائل میں مولانا امرتسری منفرد ہیں اسی طرح اس مسئلہ میں بھی تن تنہا ہوں، اسی انفرادیت کے نتیجے میں غیر مقلدین نے مولانا امرتسری کو "الاربعین" میں چالیس دلائل پیش کر کے بدعتی، جہمی، معتزلی، قدری اور محرف قرآن ثابت کیا ہے اور ان سے دور رہنے کی تاکید کی ہے۔ خیر یہ تو ان کے گھر کا مسئلہ ہے وہ آپس میں طویلے جیسے لتیاؤ کریں یا دھینگا مشتی ہمیں اس سے بحث نہیں ہے ہم تو صرف ان کے علم و تحقیق اور شرافت کا منظر پیش کر دیتے ہیں۔

۲۔ اسی استعانت و استغاثہ سے منسلک اور ہم رشتہ قبروں سے استمداد، قبروں کا

طواف، قبروں سے تبرک حاصل کرنا اور قبروں کا بوسہ لینا بھی ہے غیر مقلدین قبر پرستی میں رضا خانیوں سے پیچھے نہیں، ہم نوالہ وہم پیالہ ہیں گو اپنی قبر پرستی کو چھپانے کی ہر ممکن تدبیر کرتے ہیں اور اردو مطبوعات میں اس قبیل کے مسائل لکھنے سے احتراز کرتے ہیں تاکہ عوام میں قبر پرستی سے بیزاری کی ساکھ بنی رہے۔ حالاں کہ صورت حال یہ ہے کہ علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب مشہور صوفی ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے تبرک حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور ابن عربیؒ سے اعتقاد کا حال یہ ہے کہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ ''ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے رویائے صادقہ اور ان کی کرامتیں بیشمار ہیں۔ کئی جلدوں میں بھی سمائی نہیں ہوسکتی۔ ابن عربی اللہ تعالیٰ کی علانیہ حجت اور واضح نشانی ہیں''۔ (التاج المکلل ص ۱۷۶)

پھر مزے لے لے کر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے تبرک حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ایک زائر قبر کی زبانی لکھتے ہیں:

''میں نے ابن عربی کی قبر کی زیارت کی ہے اور بارہا میں نے اس سے تبرک حاصل کیا ہے اور میں نے اس قبر پر ظاہری طور پر انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا ہے اور کوئی بھی منصف مزاج قبر کی تجلیات سے انکار نہیں کرسکتا''۔ (التاج المکلل ص ۱۷۸)

علامہ وحید الزماں حیدر آبادی (غیر مقلد نے صرف قبروں سے تبرک حاصل کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ تمام اعمال جو قبوری شریعت کے متبعین کرتے ہیں ان تمام تعظیمی اعمال کو مشرکانہ امور نہیں مانتے بلکہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص تعظیمی امور بجالاتا ہے مثلاً طواف قبر، یا قبر کو بوسہ دینا، یا قبر کے سامنے کھڑا ہونا، یا قبر کے سامنے جھکنا، یا قبر کے سامنے رکوع یا سجدہ کرنا، خواہ وہ قبر نبی کی ہو یا ولی کی اور ان تمام اعمال سے اس کا قصد قبر والے کے لیے تحیہ ہے عبادت سمجھ کر نہیں کرتا ہے تو گنہگار ہوگا مشرک نہیں ہوگا''۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۵)

علامہ وحید الزماں حیدر آبادی کو اپنے اس عقیدہ پر اصرار ہے اور وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے اس ارشاد کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں کہ:

''جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی تعظیم کی یا اس طرح کھڑا ہوا جس طرح نماز میں کھڑے ہوتے ہیں کہ اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے ہے اور اس نے صاحب قبر سے شفاعت کا سوال کیا یا اس سے دعا کی درخواست کی تو وہ مشرک ہے''۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے اس عقیدہ وفتوی کی تردید کرتے ہوئے علامہ حیدر آبادی فرماتے ہیں کہ:

''شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا یہ وہ غلو ہے جس سے (شریعت میں) منع کیا گیا ہے، ہمارے شیخ ذہبی، بکی، باوردی، ابن ہمام اور دیگر حضرات نے صراحت کی ہے کہ آداب زیارت میں یہ اہتمام ہونا چاہیے کہ وہ قبر کے سامنے اس طرح کھڑا ہو جس طرح نماز میں کھڑے ہوتے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے سامنے کھڑا ہونا شرک وکفر ہو جائے پھر تو نبی اور غیر نبی کے لئے سجدہ بہ طریق اولی شرک وکفر ہوگا۔ (ہدیۃ المہدی ص ۳۰)

دیکھا آپ نے غیر مقلد امام کا عقیدہ کہ نبی اور غیر نبی کے لئے سجدہ بلا تکلف جائز ہے، تبرک، طواف، بوسہ وغیرہ تو سجدہ کے مقابلہ میں معمولی امور ہیں شیخ نجدی تو اس کو شرک کہتے ہیں لیکن ائمہ غیر مقلدین ان امور کو جائز کہتے ہیں البتہ ان سے بہت کم درجہ کے لوگ یعنی غیر مقلد علماء شیخ نجدی کی تقلید میں مشرک ہی کہتے ہیں ۔ملاحظہ فرمایئے محمد جوناگڈھی کے ترجمہ قرآن کا تفسیری حاشیہ (ا) ص ۴

''شرک تو یہ ہے کہ ایسے شخص سے مدد طلب کی جائے جو ظاہری اسباب کے لحاظ سے مدد نہ کرسکتا ہو، جیسے کسی فوت شدہ شخص کو مدد کے لئے پکارنا، اس کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا، اس کو نافع وضار باور کرنا اور دور ونزدیک سے ہر ایک کی فریاد سننے کی صلاحیت سے بہرہ ور تسلیم کرنا۔اس کا نام ہے مافوق الاسباب طریقے سے مدد طلب کرنا اور اسے خدائی صفات سے متصف ماننا۔اسی کا نام شرک ہے جو بد قسمتی سے محبت اولیاء کے نام پر مسلمان ملکوں میں عام ہے۔ اعاذنا اللہ منہ .

اسی تفسیر کے نمبر ۲ میں یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمالیں:

''مثلاً جس طرح اس کی صفت علم غیب ہے یا دور اور نزدیک سے ہر ایک کی فریاد سننے پر وہ قادر ہے، کائنات میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اسے اختیار حاصل ہے یہ یا اس قسم کی اور صفات الہیہ ان میں سے کوئی صفت بھی اللہ کے سوا کسی نبی، ولی یا اور بھی کسی شخص کے اندر تسلیم نہ کی جائیں۔ اگر تسلیم کی جائیں گی تو یہ شرک ہوگا۔ افسوس ہے کہ قبر پرستوں میں شرک کی یہ قسم بھی عام ہے اور انہوں نے اللہ کی مذکورہ صفات میں بہت سے بندوں کو شریک کر رکھا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ'' (حاشیہ۲ ص۵)

مولانا محمد جونا گڈھی کے ترجمہ پر تفسیری حاشیہ لکھنے والے ایک غیر مقلد عالم ہیں۔ خدا جانے ان غیر مقلد عالم نے ابن عثیمین اور دیگر علماء حجاز کی خوشامد اور جلب زر کے لئے اس طرح کی عبارت لکھی ہے یا ان کا سچا عقیدہ اور دل کی آواز ہے پہلے تو یہی غیر مقلد علماء کرام شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی مخالفت کر رہے تھے اور آن کی آن میں کیسا انقلاب آ گیا کہ اخلاف اپنے اسلاف کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ عصر حاضر کے غیر مقلد علماء سے وضاحت درکار ہے کہ نواب صدیق حسن خاں اور علامہ وحید الزماں حیدر آبادی دائرہ شرک سے باہر ہیں یا نہیں؟ کاش یہ فرقہ اپنے گھر کا جائزہ لینے کے بعد الدیوبندیہ (جو سراسر الزامات پر مشتمل ہے) کو منظر عام پر لاتا۔ مولانا محمد جونا گڈھی کا اردو ترجمہ قرآن جو سعودی حکومت نے ترجمہ شیخ الہندؒ کی اشاعت کو روک کر شائع کیا ہے جونا گڈھی صاحب نے اپنے ترجمہ میں کیا کیا گل کھلائے ہیں انشاء اللہ کسی موقع پر ترجمہ کی گلکاریاں قارئین کے سامنے پیش کی جائیں گے یہاں تو صرف تضاد بیانی اور ''طویلے کا لتیاؤ'' دکھانا ہے۔

۳- اسی قبر پرستی کے زمرہ کی ایک کثیر المنفعت چیز تعویذ اور جھاڑ پھونک ہے اس مسئلہ میں بھی غیر مقلدین کا بھیانک تصادم ہے۔ غیر مقلد علماء کا ایک گروہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے اتباع میں تعویذ اور جھاڑ پھونک کو مطلقاً ناجائز اور شرک قرار دیتا ہے جب کہ دوسرا گروہ تعویذ اور جھاڑ پھونک کو جائز ہی نہیں مستحسن قرار دیتا ہے علامہ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے تو کتاب التعاویذ کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے اہل حدیث کے تجارتی کتب خانے اسکا اشتہار شائع کرتے رہے اور اس کتاب کی خوب خوب اشاعت

ہوئی تعویذات کیا ہیں غیر اللہ سے استمداد اور استعانت کا ایک طومار ہیں، چوتھیا بخار دور کرنے کے لئے ایک منتر اور اس کا طریقہ ملاحظہ فرمائیے۔

''بخار زدہ کو پہلے نہلایا جائے پھر لکڑی (کے قلم) سے اس کے داہنے ہاتھ پر لا الہ الا اللہ اور بائیں ہاتھ پر محمد رسول اللہ اور داہنی پنڈلی پر جبرئیل اور بائیں پنڈلی پر میکائیل اور دائیں پہلو پر اسرافیل اور بائیں پہلو پر عزرائیل لکھ دیا جائے تو بہت جلد اس عمل سے بخار دور ہو جائے گا۔ (کتاب التعاویذ ص ۴۵)

نواب صاحب نے اس عمل کی کوئی حدیث تو ضرور دیکھی ہوگی گو انہوں نے اس کا حوالہ نہیں دیا ہے۔عصر حاضر کے غیر مقلد علماء اس کمی کو پورا کر دیں۔ہم ان کے شکر گزار ہوں گے اور یہ بھی بتائیں کہ کیا اس تعویذ میں غیر اللہ سے مدد نہیں طلب کی گئی ہے۔جبرئیل، میکائیل، اور عزرائیل کون ہیں؟ کیا فرشتوں سے استمداد و استعانت جائز ہے؟

شیخ ابن باز تو اس طرح کی استعانت کو شرک کہتے ہیں۔

اگر غیر مقلدین کو یاد نہ ہونے کی وجہ سے استعانت میں شبہ ہو تو ایک منتر کے آخر کے یہ الفاظ پڑھ لیں۔

''اے اللہ کے فرشتو! فلاں آدمی کے ساتھ ایسا کر دیا جائے تو اس کا دشمن ہلاک ہو جائے گا۔ (کتاب التعاویذ ص ۷۶)

اس منتر میں تو فرشتوں کی دہائی بھی دی گئی ہے اور کھلے لفظوں میں مدد بھی مانگی ہے۔پھر آج کل کے غیر مقلدین کیوں استمداد و استعانت اور استغاثہ کو شرک بتاتے ہیں؟ خلیجی ممالک کے ارباب حل و عقد کو فریب دیکر دولت سمیٹنے کے لئے؟! اگر ایسا نہیں ہے تو اگلے پچھلوں میں ''طویلے کا لتیاؤ'' کیوں ہے؟

۴- اسی استمداد و استعانت کی ایک اہم کڑی وسیلہ ہے خواہ وسیلہ انبیاء علیہم السلام ہوں یا صالحین، بہت سے لوگ اپنی دعاؤں میں بحق النبی، بجاہ النبی، اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں، شیخ عبد القادر جیلانی کے وسیلہ سے کہا کرتے ہیں۔موجودہ دور کے غیر مقلدین اس کو حرام اور ذریعہ شرک سمجھتے ہیں۔شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی اور علماء حجاز توسل

کے سخت ترین مخالف ہیں، ہندو پاک کے غیر مقلدین بھی سعودی علماء کی اتباع و تقلید میں اسی کو دہراتے ہیں۔ مولانا محمد جوناگڑھی کے ترجمۂ قرآن کے تفسیری حاشیہ و ابتغوا الیہ الوسیلۃ نمبر ۲ کی عبارت یہ ہے:

''وسیلہ جو قربت کے معنی میں ہے، تقوی اور دیگر مسائل خیر پر بھی صادق آتا ہے، جن کے ذریعہ سے بندے اپنے رب کا قرب حاصل کرتے ہیں اس طرح منہیات و محرمات کے اجتناب سے بھی اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اس لئے منہیات و محرمات کا ترک بھی قرب الہی کا وسیلہ ہے لیکن جاہلوں نے اس حقیقی وسیلہ کو چھوڑ کر قبروں میں مدفون لوگوں کو اپنا وسیلہ سمجھ لیا ہے۔ جس کی شریعت میں کوئی بنیاد نہیں ہے''۔

(ترجمۂ قرآن جوناگڑھی ص ۳۰۰)

اس سے پہلے کہ ہم علماء غیر مقلدین کی تضاد بیانی وسیلہ کے مسئلہ میں واضح کریں۔ اس کا پتہ بھی بتادینا ضروری سمجھتے ہیں کہ مولانا محمد جوناگڑھی اور تفسیری حاشیہ لکھنے والے مولانا صلاح الدین یوسف میں لفظ وسیلہ کے ترجمہ میں شدید اختلاف ہے اور دونوں کے ترجمہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مولانا محمد جوناگڑھی نے ترجمہ کیا ہے:

''اور اس کا قرب تلاش کرو''

حاشیہ نگار نے وسیلہ کو ذریعہ کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ قارئین ایک بار پھر حاشیہ کی عبارت پر نظر ڈالیں تاکہ دونوں کا فرق ہو جائے اور مبلغ علم کا بھی اندازہ ہو جائے، حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ محشی کی نظر صرف اردو میں وسیلہ کے استعمال پر رہی اور اس کے دماغ پر اس درجہ تسلط رہا کہ قربت معنی بتانے کے باوجود تشریح میں ذریعہ پر جم گئے غیر مقلد علماء بتائیں کہ مولانا محمد جوناگڑھی کا ترجمہ صحیح ہے یا حاشیہ نگار کا؟ یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا اس میں 'بھی لتیاؤ'' کا منظر آپ نے دیکھا۔ اب وسیلہ طفیل، بحق بجاہ اور دیگر الفاظ کے باب میں علامہ صدیق حسن خاں بھوپالی اور علامہ وحید الزماں حیدرآبادی کے مفصل اعتقادات اور وسیلہ کی نوعیت ملاحظہ فرمایئے:

نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں:

''بحرمۃ فلاں ، بہ طفیل فلاں، بحق فلاں کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے ماثورہ دعاؤں میں ''بحق السائلین علیک'' موجود ہے اور طفیل حرمت لفظ حق کے مترادف ہیں اور اسی کا فائدہ دیتے ہیں۔(ریاض المرتاض ۳۹)

اب ذرا لفظ توسل کے بارے میں علامہ نواب وحید الزماں حیدر آبادی صاحب کا فیصلہ بھی ملاحظہ فرمایئے:

''انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو وسیلہ بنانا اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کو وسیلہ بنانا یا علماء میں سے کسی عالم کو وسیلہ بنانا بلاتردد جائز ہے اور اگر کوئی شخص قبر کی زیارت کے لئے آئے یا اللہ سے دعا کرے اور اس میں میت کو وسیلہ بنائے اور یوں کہے کہ اے اللہ مجھے اس بیماری سے شفا دیجئے اور میں ذریعہ بناتا ہوں اس نیک بندے کو، تو اس کے جائز ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے۔

(ہدیۃ المہدی بحوالہ وقفۃ مع الاندبیہ ص ۲۱۳)

یہی بات غیر مقلدین کے علامہ محدث مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب ''الجوابات الفاخرۃ'' میں ارشاد فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائے:

''اگر یا رسول اللہ کہنے سے توسل مراد ہے اور اللہ سے مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے یا یوں کہے یا رسول اللہ میں آپ کو واسطہ بناتا ہوں فلاں مشکل سے نجات پانے کے لئے اللہ کے درمیان تو یہ جائز ہے۔

یہی مسئلہ قاضی سید بشیر احمد سہسوانی مرحوم نے بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

(صیانۃ الانسان عن وسوسۃ دحلان)۔ اس طرح کی تضاد بیانی، باہمی ٹکراؤ صرف چند مسائل میں نہیں ہے بلکہ ان کی طویل فہرست ہے کوئی کہتا ہے اپنے زنا کی بیٹی سے نکاح جائز ہے تو دوسرا کہتا ہے ناجائز ہے، ایک کہتا ہے کہ مال تجارت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے تو دوسرا کہتا ہے واجب ہے ایک کہتا ہے کہ طوائف کی کمائی حلال تو دوسرا کہتا ہے حرام ہے ایک کہتا ہے کہ تعویذ جھاڑ پھونک جائز ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ شرک ہے ایک کہتا ہے کہ

زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے تو دوسرا کہتا ہے واجب نہیں ہے ایک کہتا ہے کہ خوشی کے مواقع پر گانا بجانا جائز ہے تو دوسرا احرام کہتا ہے کوئی کہتا ہے کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ آواز سے پڑھو تو دوسرا کہتا ہے آہستہ پڑھو ایک کہتا ہے کہ شراب سرکہ بنکر پاک ہو جاتی ہے دوسرا کہتا ہے کہ شراب بھی پاک ہے، ایک کہتا ہے کہ میت کو نہلانے سے غسل واجب ہو جاتا ہے تو دوسرا کہتا ہے واجب نہیں ہے، ایک کہتا ہے کہ نماز میں ستر چھپانا واجب ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی دوسرا کہتا ہے کہ ستر چھپانا ضروری نہیں ایک کہتا ہے کہ تراویح میں ختم قرآن کے دن تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھنا بدعت ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ بالکل جائز ہے۔ ایک کہتا ہے کہ فجر کے لئے دو اذان ہونی چاہیے دوسرا کہتا ہے صرف ایک اذان ہونی چاہیے ایک اذان کو واجب بتاتا ہے تو دوسرا سنت کہتا ہے ایک کہتا ہے کہ جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے دوسرا کہتا ہے کہ بغیر خطبہ کے جمعہ ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح نہ جانے کتنے ایسے مسائل ہیں جن میں علماء غیر مقلدین کا باہمی اتفاق نہیں ہے ایک ایران کہتا ہے دوسرا توران ایک دوسرے کی تردید کرتے ہیں اور طویلے کے لتیاؤ کا منظر ہوتا ہے یہ سب کچھ کیوں ہے؟ یہ تو وہی بتائیں گے سمجھ میں نہیں آتا کہ جب غیر مقلدین احادیث پر عمل کرنے کا دعوی کرتے ہیں اور اپنا نام بھی بقلم خود اہل حدیث رکھ لیا ہے پھر حلت وحرمت، جواز وعدم جواز کا اختلاف کیوں رونما ہو گیا؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے مرتبہ ومعیار کا تعین کرنے میں یہ اختلافات پیدا ہوئے ہیں اس لئے کہ غیر مقلدین جس کو چاہتے ہیں صحیح حدیث قرار دیتے ہیں اور جو اپنے نقطۂ نظر کے خلاف ہوتی ہے اس کو بلا جھجھک ضعیف تو ضعیف موضوع کہہ دیتے ہیں۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو احادیث مع حوالہ پیش فرمائیں تاکہ ہم بھی مطمئن ہو جائیں۔ احادیث دونوں طرف کی ہونی چاہیں ورنہ یک طرفہ دلائل سے دوسرے کا حشر مخالفین حدیث کے ساتھ ہوگا۔ یہ واضح رہے کہ احادیث درکار ہیں۔ اقوال رجال پیش کر کے منہ کی نہ کھائیں۔

غیر مقلدین کے گندے مسائل

اس کلیہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عقائد کی خرابی اور اضمحلال سے مسائل اثر پذیر ہوتے ہیں عقائد کی جو سمت ہوگی وہی مسائل کی بھی ہوگی۔ اس حقیقت کو ہر مذہبی فرقہ میں دیکھا جاسکتا ہے مسلمانوں میں بھی اسلام کے نام پر متعدد فرقے ہیں، اور ہر فرقہ اپنے عقائد و اعمال کو اسلام کی سچی تعلیمات کے مطابق قرار دیتا ہے۔ حالاں کہ یہ فرقے سواد اعظم سے الگ ہوکر اپنے خودساختہ معتقدات کے پابند اور روز روشن کی طرح واضح اسلامی تعلیمات سے منحرف ہیں۔

انہی گم کردہ راہ فرقوں میں غیر مقلدین کا نوزائیدہ فرقہ ہے، جو اپنے معتقدات و مسائل میں اہل سنت و الجماعت سے مختلف ہے۔ حالانکہ یہ فرقہ اپنے تئیں اہل سنت والجماعت میں شامل سمجھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ فرقہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ثابت شدہ اقوال کو حجت نہیں مانتا جب کہ اہل سنت والجماعت نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مجموعہ کا نام ہے اس کی صراحت خود نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں کی ہے کہ **ما انا علیہ و اصحابی** یعنی میں جس طریقہ پر ہوں اور میرے صحابہ جس راستہ پر ہیں وہی فرقہ ناجی ہوگا۔

اس ارشاد گرامی کو پیش نظر رکھتے ہوئے غیر مقلدین کو فرقۂ ناجیہ میں شامل کرتے ہوئے ایک عام مذہبی آدمی کو بھی تامل ہوگا کہ یہ فرقہ سواد اعظم سے علیحدہ اور اقوال صحابہ کی حجیت کا منکر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے سواد اعظم (جمہور) کا اتباع کرنے کا حکم دیا ہے **اتبعوا السواد الاعظم**۔

یہی نہیں کہ فرقۂ غیر مقلدین سواد اعظم کا اتباع نہیں کرتا اور حضرات صحابۂ کرام کے اقوال و اعمال کو حجت نہیں مانتا بلکہ شیعوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صحابہ کرام کے لئے نازیباو ناشائستہ اور غیر مہذب الفاظ بھی استعمال کرتا ہے۔ فاسق کہنے میں بھی اس دریدہ دہن اور گستاخ فرقہ نے دریغ نہیں کیا ہے۔نواب وحید الزماں حیدر آبادی اس فرقہ کے مقتدر و محقق عالم لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ چند صحابہ فاسق ہیں جیسا کہ ولید اور یہی بات معاویہ، عمرو، مغیرہ اور سمرہ کے بارے میں کہی جاتی ہے''۔ (کنز الحقائق ص ۲۳۴)

عبارت پڑھنے کے ساتھ ہی ذہن اول وہلہ میں شیعوں کی طرف منتقل ہوتا ہے کہ یہ بدترین گستاخی اہل تشیع ہی کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں کسی ایسے فرقہ کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جو اہل سنت والجماعت میں بزعم خود شامل سمجھتا ہو۔لیکن حقیقت سامنے ہے کہ صحابہ کرام کا مقام غیر مقلدین کے نزدیک کیا ہے؟ بھلا یہ اصول کس مسلمان کے ذہن میں نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر امام، عابد و زاہد، عالم و متقی، فقیہہ و ولی سے برتر ہیں ایک مرتبہ رئیس المحدثین حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمرو بن عبدالعزیز؟ جواب میں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں حضرت امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ بھی عمر ابن عبدالعزیز سے کئی گنا بہتر ہے۔

اس واضح اصول کے بعد جو لوگ کسی صحابیٔ رسول یا چند صحابہ کرام یا تمام صحابہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں درحقیقت وہ حلاوت ایمان سے محروم اور زندیق ہیں غیر مقلدین کے علماء حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق قرار دیتے ہیں دراصل یہ شیعی ذہن ہے اور غیر مقلدین کا شیعیت کی طرف رجحان ہی نہیں بلکہ ائمہ اثنا عشر (شیعوں کے بارہ امام) اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نیز دیگر صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین اور شیعوں کے عقائد و نظریات میں یکسانیت ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں انکا اہل سنت والجماعت سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟

یہ فرقۂ غیر مقلدین ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مرتدہ اور اپنے علم کو صحابہ کرام کے علم سے برتر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کو نام نہاد خلافت، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ (صاحب اسرار رسول) حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو صحابیت سے خارج مانتے ہیں پھر بھی سلفی ہیں۔ کیا اسلاف میں سے کسی کے بارے میں بھی اس طرح کی ہرزہ سرائی کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ اس طرح کی باتیں تو وہی کرتے ہیں جو اسلام کو نقصان پہنچانے کی سازش میں شریک ہیں اور اسلام کے نام پر نیا مذہب رائج کرنے کی تدبیریں کر رہے ہیں۔

چنانچہ فرقہ غیر مقلدین کے مسائل بھی عقائد کی طرح مضحکہ خیز اور اسلام دشمن ہیں۔ یہاں صرف چند مسائل نقل کئے جا رہے ہیں جو غیر مقلدین کی گندہ ذہنیت اور ادیان باطلہ سے غیر معمولی انسیت اور تاثر کا پتہ دیتے ہیں۔

۱- پیشاب انسان کا ہو یا کسی جانور کا سلیم الفطرت آدمی کی طبیعت ہی اس کو گندہ سمجھتی ہے اور اس کی گندگی سے کسی کو انکار نہیں ہے کھیتوں میں کام کرنے والے کسان بھی جانوروں کے پیشاب سے حتی المقدور بچتے ہیں اور اس کو گندی چیز باور کرتے ہیں ماضی قریب میں چند سیاسی لوگ اپنا پیشاب اپنے لیے تریاق سمجھ کر پی رہے تھے لیکن وہ لوگ اخبار کی سرخیوں میں تضحیک واستہزاء کا موضوع بنے رہے اور شاعروں نے تو خوب خوب طبع آزمائی کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین نے جانوروں کے پیشاب کی پاکی کا تصور اس مذہب سے لیا ہے جو ایک جانور کو مقدس مان کر اس کا پیشاب پیتا ہے۔ غیر مقلدین جانوروں کا پیشاب پاک مانتے ہیں یعنی جانور کے پیشاب سے کپڑا تر ہو جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا۔ اسی کپڑے میں نماز پڑھنا، ذکر واذکار کرنا سب کچھ روا ہے۔ پیشاب خواہ سور کا ہو یا کتے کا۔ عوام کی عدالت خود فیصلہ کرے کہ یہ غیر مقلدین گندے ہیں یا نہیں؟ اگر تمام جانوروں کا پیشاب پاک ہے تو غیر مقلدین اپنے دعوی کی تائید میں کوئی صحیح حدیث پیش کریں تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے۔ پیشاب کی پاکی کی تفصیل مشہور و معتبر غیر مقلد علامہ کی کتاب بدور الاہلہ ص ۱۴، ۱۵، ۱۶ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

۲- گندی ذہنیت اور عفونت، پسندی کا یہ حال ہے کہ غیر مقلدین سور کو پاک کہتے ہیں کیا دنیا میں اس سے بھی گندہ اور پھوہڑ کوئی جانور ہے؟ جس کا نام سنتے ہیں ابکائی آنے لگتی اسکی گندگی ضرب المثل ہے۔خدا جانے غیر مقلدین کے نزدیک پاکی اور ناپاکی کا معیار کیا ہے؟ غیر مقلدین کے نواب صاحب نے، سور پر مزے لیکر کیا خوب تحقیق فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں کہ سور کے ناپاک ہونے پر آیت سے استدلال کرنا صحیح اور قابل اعتبار نہیں بلکہ اس کے پاک ہونے پر دال ہے۔بدور الاہلہ کے ص ۱۵، ۱۶ پر اس کی تحقیق انیق دیکھی جا سکتی ہے آیت کریمہ اور احادیث نبویہ سے استدلال نہیں کیا جائے گا تو نواب صاحب یا ان کے مقلدین ہی بتائیں کہ استدلال کس سے کیا جائے؟ تورات اور انجیل (موجودہ) سے یا جینیوں کی مذہبی کتاب سے بھلا کسی مسلمان کے ذہن میں یہ خیال کبھی کیوں آیا ہوگا کہ سور پاک ہے۔یہ تصور تو غیر مقلدین کی دین ہے اور اس کی تحقیق غیر مقلدین کو ہی مبارک ہو۔بکری کے بچے کی طرح سور کے بچہ کو گود میں اٹھائیں یہ ان کے حوصلہ کی اور مسئلہ کی پاسداری ہے۔

۳- خشکی کے چند جانور ایسے ہیں جن میں خون نہیں ہوتا مثال کے طور پر چھپکلی، گرگٹ، کنکھجورا وغیرہ کیا ان کے حلال ہونے کا تصور بھی کسی ذہن میں آیا ہوگا لیکن گندہ ذہنیت اور گندہ دماغ لوگ کچھ بھی سوچ سکتے ہیں غیر مقلدین کے نواب صاحب نے بلا تکلف اور بغیر کسی غور و فکر کے خشکی کے ان تمام جانوروں کو حلال بتایا ہے جن میں خون نہیں ہوتا غیر مقلدین کی قسمت سے ان کیڑے مکوڑوں میں خون نہیں ہوتا، کوئی ضروری تو نہیں کہ ہر حلال چیز استعمال کرلی جائے مگر غیر مقلدین میں کسی کا حوصلہ تو ہوگا ہی جو ان حلال جانوروں کو ”ذائقہ“ معلوم کرنے کے لیے کھا چکا ہوگا۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی کو ان جانوروں کے کھانے کی لت پڑ گئی ہو۔احناف کے سماج میں رہنے والے بھلا کیوں کرنکو بنیں گے۔اسی لئے اب تک سننے میں نہیں آیا اور یہ تو قرین قیاس ہے کہ ان کے اپنے معاشرہ میں اس کا رواج ہوگا۔اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے نواب صاحب کی بدور الاہلہ ص ۳۴۸۔

۴- خون کی ناپاکی غیر مقلدین کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے حیض و نفاس کا خون البتہ غیر مقلدین کے نزدیک بھی ناپاک ہے باقی ہر قسم کا انسانی خون پاک ہے خواہ وہ نکسیر کا خون ہو

یا بواسیر کا، پھوڑے پھنسی کا مواد آمیز خون ہو یا کٹے پھٹے کا سب غیر مقلدین کے یہاں پاک ہے اسی لئے خون آلود کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی بنیاد پر غیر مقلدین کے نزدیک خون بدن کے کسی حصہ سے نکلے، بہہ پڑے ناقض وضو نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدوں کو ناپاک کو پاک اور حرام کو حلال ثابت کرنے میں بہت دلچسپی ہے اور وہ چیزیں جن میں گندگی پائی جاتی ہو ان سے بڑی رغبت ہے۔ کیا کوئی غیر مقلد عالم وعلامہ خون کے پاک ہونے کے ثبوت میں کوئی صحیح حدیث پیش کر سکیں گے اور حدیث بھی صحاح کے معیار سے فروتر نہ ہو۔ تفصیل کے لئے دیکھی جا سکتی ہے دستور المتقی ص ۲۹۔

۵- یہ بات بار بار کہی جا چکی ہے کہ غیر مقلدین کو گندی چیزوں سے بڑی رغبت ہے اور اس دعوے کے ثبوت بھی فراہم کئے گئے ہیں اب ایک اور گندی چیز غیر مقلدین کے تھیلے میں دیکھ لیجئے وہ ہے شراب، جس کی عفونت و بدبو مشہور عام ہے اور اس کی حرمت و ناپاکی سے ہر آدمی واقف ہے سنا ہے کہ شرابی شراب پینے کے بعد منہ میں خوشبودار چیزیں ڈال کر چباتے ہیں تا کہ بدبو کسی حد تک زائل ہو جائے پھر بھی بدبو کا بھپکا نہیں جاتا۔ لیکن اس بدبودار ناپاک شراب سے بھی غیر مقلدین کو بڑی رغبت ہے۔ اس کی پاکی کو نواب صاحب اور نواب زادہ وغیرہ نے اپنی کتاب میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ بدور الاہلہ ص ۱۵ میں، دلیل الطالب ص ۴۰۴، عرف الجادی ص ۲۴۵ میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ ظاہر ہے کہ پاک چیز سے نفرت اور اجتناب کیوں کر ہو سکتا ہے؟ صراحی در بغل کی لطف اندوزی سے کون غیر مقلد کس غیر مقلد کو روک سکتا ہے؟ آخر اس کا جواز ہی کیا ہے؟

۶- غیر مقلدین کے نزدیک منی پاک ہے۔ جی ہاں منی وہی مادہ جس کے باہر نکلنے سے خواہ مرد کی شرمگاہ سے نکلے یا عورت کی شرم گاہ سے، غسل واجب ہوتا ہے لیکن یہ نجاست بھی غیر مقلدین کو مرغوب ہے اور پاک ہے اس کا منطقی نتیجہ یہی نکلا کہ منی کے کپڑوں میں جذب ہو جانے سے کپڑوں کی پاکی متاثر نہیں ہوگی اور جسم پر لگی ہے تو اس کا دھونا بھی بے ضرورت عمل ہے۔ صورت حال جب یہ ہے تو مفتیان کرام ہی بتائیں کہ ان کے پیچھے نماز کس دل وجگر سے پڑھی جائے؟ ہو سکتا ہے امام کے کپڑے خون آلود ہوں یا منی آلود ہوں

اور وہ اپنے مسلک کے مطابق نماز پڑھ رہا ہو پھر صحیح العقیدہ مسلمان کی نماز کس طرح ہوگی؟
ہم تو غیر مقلد علماء کی خدمت میں صرف اس قدر عرض کریں گے کہ آپ نے تمام مسلمانوں کو جو سہولت فراہم کی ہے اور منی کے پاک ہونے کا اعلان کیا ہے اس صحیح حدیث سے ہم کو بھی باخبر کر دیجئے تاکہ آپ کی حدیث فہمی اور سچائی کا اعلان ہم بھی کر سکیں اور اگر آپ کو اپنے ہی مسئلہ کا پتہ نہ ہو تو ہم سے پوچھئے اور دیکھئے بدور الاہلہ ص ۱۵۔

۷۔ چوں کہ غیر مقلدین کو ناپاکی اور نجاست سے بہت لگاؤ ہے وہ کسی حال میں نجاست سے دور نہیں رہنا چاہتے اس لئے کوئی پانی خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ ہاں رنگ، بو، مزہ ظاہر ہو جائے تو ناپاک ہو جائے گا (عرف الجادی ص ۹) مطلب بالکل واضح اور صریح ہے کہ ایک گلاس پانی میں اگر ۲۵ گرام پیشاب ملا دیا جائے تو نہ اس پانی کا مزہ بدلے گا نہ رنگ و بو میں فرق آئے گا غیر مقلدین کے نزدیک وہ پانی پاک ہوگا اور اس کے پینے میں کوئی غیر مقلد کیوں ہچکچائے گا۔ اسی طرح لوٹے، بالٹی کا پانی ہے جو نجاست آلود ہونے کے باوجود ناپاک نہیں ہوگا۔ وضو اور غسل اس سے بلا تردد جائز ہوگا۔ حنفی بچوں کی مائیں بلاوجہ پریشان ہوتی ہیں۔ چھوٹے بچے پیشاب یا پاخانہ آلود ہاتھ بالٹی اور لوٹے میں ڈال دیتے ہیں بیچاری ان بچوں کی مائیں وہ پانی بہا دیتی ہیں اور لوٹا بالٹی دوسرے صاف پاک پانی سے دھوتی ہیں۔ یہ عمل روز ہی جاری رہتا ہے اور کسی کسی دن متعدد بار۔ آرام میں ہیں غیر مقلدین کی خواتین۔ ان کو پانی بہانے کی ضرورت نہیں ہے اسی بالٹی میں بچہ کا ہاتھ مزید دھو دیں اور وہی پانی کھانے پینے، پکانے کے کام میں لائیں۔ بچے کے ہاتھ ڈالنے سے پانی کا رنگ بدلے گا نہ مزہ میں فرق آئے گا۔ یہ ہمارا قیاس ہے اور تجربہ غیر مقلدین کو ہے۔

۸۔ عبادات کے لئے پاکی ہر مذہب کا بنیادی تصور ہے اور ہر مذہب کے پیروکار اپنے اپنے طریقوں پر پاک وصاف ہو کر عبادت کرتے ہیں کہ خود بھی پاک وصاف ہوں، عبادت کی جگہ اور کپڑے بھی پاک وصاف ہوں، کسی طرح کی ناپاکی کا شائبہ تک نہ ہو۔ اس اہتمام کے ساتھ ہر مذہبی آدمی اپنے اپنے طریق کے مطابق بارگاہ قدس میں اپنی عجز وانکساری اور

بندگی کا نذرانہ پیش کرتا ہے لیکن غیر مقلدین کی دنیا نرالی ہے ناپاکی اور گندگی سے اس فرقہ کو کس قدر انس ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھنا اور جان بوجھ کر پڑھنا نماز کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوتا، بلا کراہت ونقصان نماز ہو جاتی ہے تفصیل دیکھنے کی خواہش ہو تو ملاحظہ فرمائیے، غیر مقلدین کی کتاب دلیل الطالب ص ۲۶۴، عرف الجادی ص ۳۲، بدور الاہلہ ص ۳۹، پھر داد دیجئے اس فرقہ کی نظافت کو اور مطالبہ کیجئے صحیح احادیث کا کہ یہ مسئلہ کس حدیث میں بیان کیا گیا ہے اور صرف اسی ایک مسئلہ کی بات نہیں بلکہ غیر مقلدین کی کتابوں کے حوالہ سے جو مسائل بیان کئے گئے ہیں ان سب کے لئے احادیث درکار ہیں۔ کسی امام وفقیہہ کے قول کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ فرقہ خود کو اہل حدیث کہتا ہے تقلید کے انکار کے ساتھ صحابہ کرام، ائمہ عظام، رضوان اللہ علیہم پر زبان طعن دراز کرتا ہے ایسی صورت میں سوائے حدیث پیش کرنے کے اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ اگر یہ فرقہ عامل بالحدیث ہے جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے تو حدیث پیش کر کے مقلدین بالخصوص احناف کا منہ بند کر دیں اور انگلی رکھ کر بتا دیں کہ دیکھو نجاستوں، ناپاکیوں سے انسیت پیدا کرنے کی یہ احادیث ہیں اور پاکی وصفائی قرآن وحدیث میں بے معنی چیز ہے۔ (معاذ اللہ)

۹۔ قرآن کریم میں چودہ آیات سجدہ ہیں، ان آیات کی تلاوت سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے اور ان آیات کے سننے والے پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے۔ سجدہ کے لیے پاکی اور وضو کی شرط کو ہر مسلمان جانتا ہے لیکن جس فرقہ کو ناپاکی سے غیر معمولی محبت ہو اور ناپاک کپڑوں میں بلا تکلف نماز ادا کرنے کی اجازت دیتا ہو وہ کب سجدۂ تلاوت کے لئے وضو کو ضروری قرار دے سکتا ہے۔ چناں چہ بدور الاہلہ ص ۶۸ میں یہ وضاحت موجود ہے کہ تلاوت کا سجدہ کرنے والے کو نمازی کی صفت پر ہونا ضروری نہیں۔

یعنی سجدۂ تلاوت کے لیے کھلی چھوٹ ہے۔ جس حال میں بھی ہو سجدۂ تلاوت کر لے، پاک ہونا باوضو ہونا ضروری نہیں ہے۔ غیر مقلدین نے یہ مسئلہ کسی صریح حدیث کے پیش نظر بیان کیا ہوگا۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس حدیث کی نشاندہی ضرور کی جائے تا کہ احناف کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے اور غیر مقلدین کی ناپاک پسندی کے تعلق سے از سر نو غور وفکر کیا جائے۔

۱۰- قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا مقدس اور پاکیزہ کلام ہے۔اسی الکتاب کی متعدد آیات کریمہ میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اس کو نہایت صاف ستھرے لوگ چھو سکتے ہیں، ناپاک لوگوں کو چھونے کی گنجائش نہیں ہے کلام الٰہی قابل صد احترام ہے۔اس کے نازل کرنے والے نے خود اس کی عزت وعظمت کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے۔چناں چہ ہر مسلمان کے دل میں قرآن کریم کی عظمت و احترام اس قدر جاگزیں ہے کہ عام حالات میں اس کو چھونا گوارا نہیں کرتا، تلاوت کے لئے تمام آداب کی رعایت کرتے ہوئے نہایت عجز وانکساری کے ساتھ قرآن کریم کو بلند مقام پر رکھ کر بیٹھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ، فوز وفلاح سے معمور کلام کی تلاوت کرتا ہے اور اپنے دل کے زنگ کو قرآن کریم کی نورانی کرنوں سے دور کرتا ہے۔

اگر یہی مقدس کلام آداب واحترام کو پس پشت ڈال کر پڑھا جائے تو دل کا زنگ دور ہونا کسے کہتے ہیں بے حرمتی کے نتیجے میں دل کی قساوت میں اضافہ ہو جائے گا لیکن جس فرقہ کو گندگی اور ناپاکی سے پیار اور محبت ہو اس سے کچھ کہنا ہی فضول ہے۔مشاہدہ و تجربہ کی بات یہ ہے کہ جو آدمی جس قدر پھوہڑ اور ناپاکی سے پیار کرنے والا ہوتا ہے۔اسی قدر وہ بے ادب اور گستاخ بھی ہوتا ہے۔غیر مقلدین کی بے ادبیوں کا قرآن کریم کے تعلق سے حال یہ ہے کہ یہ لوگ بلا تکلف اپنے مدرسوں میں تختوں اور چار پائیوں پر بیٹھتے ہیں اور قرآن کریم پڑھنے والے طلبہ فرش پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔حد ہے کوئی بے ادبی وگستاخی کی؟ چناں چہ اس فرقہ کے علماء قرآن کریم کو بغیر غسل کئے ہوئے ناپاک آدمی کو چھونے، اٹھانے، رکھنے اور ہاتھ لگانے کی اجازت دیتے ہیں یعنی قرآن کریم ہر حالت میں چھونا جائز ہے مزید تفصیل درکار ہو تو غیر مقلدین کی کتاب دلیل الطالب ص ۲۵۲، عرف الجادی، البنیان المرصوص ملاحظہ فرمائیں۔

یہ چند گندے مسائل بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کئے گئے ہیں۔انشاء اللہ آئندہ کی صحبت میں وہ مسائل بھی پیش کئے جائیں گے جو اس فرقہ کی مخصوص ذہنیت کی عکاسی کرتے ہیں مثال کے طور پر اپنی ہی بدکاری سے پیدا ہوئی لڑکی سے زناکار کا نکاح جائز ہے۔

لاحول ولاقوة الا باللہ العظیم۔

غیر مقلدیت کے کرشمے

غیر مقلدیت کو تقلید سے الرجی (حساسیت) ہے۔ اسی لئے تقلید بیزاری میں وہ ایسے مسائل بیان کرتے ہیں جن کو انسانی فطرت قبول نہیں کرتی اور غیر مقلدیت بھی فطرتِ انسانی کے سامنے ایک ایسا چیلنج ہے جو مضحکہ خیز ہونے کے ساتھ ساتھ تقلید پر مجبور کرتا ہے۔ غیر مقلدین کے ایک نامور و مقتدر عالم علامہ وحید الزمان حیدر آبادی جن کی تقلید کو غیر مقلدین پروانہ نجات سمجھتے ہیں یہ اپنی کتاب نزول الابرار اور دیگر کتابوں میں "سید نے فرمایا" یعنی علامہ نواب صدیق حسن خاں نے اور "شیخ نے فرمایا" یعنی قاضی شوکانی نے "ہمارے شیخ امام نے فرمایا" یعنی علامہ ابن تیمیہ نے۔ اس غیر مقلدیت کو داد دیجئے کہ غیر مقلدیت کا ڈھول بجانے کے باوجود ان کی تقلید کے قلادے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں نواب صدیق حسن خاں صاحب کے صاحبزادے نواب نور الحسن خاں صاحب تو چند قدم آگے ہی نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب عرف الجادی میں تو غیر مجتہد کو مسئلہ بتانے کی بھی اجازت نہیں دی ہے، مسئلہ بتانے اور قاضی و مفتی بننے کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ ہر غیر مقلد خواہ تعلیم یافتہ ہو یا ان پڑھ، مجتہد ہے، کوئی کسی کا بتایا ہوا مسئلہ قبول نہیں کر سکتا، اس لئے کہ اس میں تقلید ہو جائے گی جو غیر مقلدین کے نزدیک سراسر شرک ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ پڑھا لکھا معمولی ہو یا غیر معمولی، عربی جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، کتاب و سنت کا اس کی زبان میں مطالعہ کر سکتا ہو یا نہ کر سکتا ہو اردو بھی کم جانتا ہو یا اس قدر جانتا ہو کہ مولانا وحید الزماں حیدر آبادی کے ترجمے پڑھ سکتا ہو وہ اجتہاد کیسے کرے گا یا مسائل

کا استخراج و استنباط کس طرح کرے گا؟ یہ ایک ایسا معمہ ہے جو سمجھنے کا ہے نہ سمجھانے کا ایک بات یہ ذہن میں آتی ہے کہ غیر مقلدین علماء نے سب کے لئے راستہ ہموار کردیا ہے جس کا جس طرح جی چاہے چلے، الٹا چلے، سیدھا چلے، کسی کو انگشت نمائی یا ٹوکنے کا حق نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ غیر مقلد ہے اور اپنا راستہ خود بناتا ہے، اپنے لئے مسائل خود وضع کرنا ہر غیر مقلد کا پیدائشی حق ہے۔ ان پڑھ کو بھی یہ حق غالباً غیر مقلد علماء نے دیا ہوگا کہ وہ چند علماء سے مسائل پوچھنے کے بعد جو یقیناً مختلف و متضاد ہوں گے اپنے اجتہاد کے مطابق جس مسئلہ پر جی چاہے عمل کرے مجتہدین میں اختلاف ناگزیر ہے چونکہ نواب صدیق حسن خاں صاحب اور ان کے صاحبزادے نواب نور الحسن خانصاحب ایک سے بڑھ کر ایک مجتہد تھے۔ اس لئے انہوں نے اختلاف کیا اور اپنے اپنے اجتہاد پر ایسی مہر لگائی جو قابل دید ہے۔

دیکھئے علامہ وحید الزماں حیدر آبادی۔ سور، کتے، اور وہ تمام حیوانات جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کے پیشاب کو پاک کہتے ہیں اور سور کتے کا جھوٹا بھی ان کے نزدیک پاک ہے۔ بالکل واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:

واختلفوا فی لعاب الکلب والخنزیر وسورھما والارجح طھارته کمامر

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ سور اور کتے کا لعاب اور جھوٹا پاک ہے ہاں چند لوگوں کو اختلاف ہے۔ نزل الابرار ج نمبر ا باب الانجاس ص ۵۔

سور اور کتے کا لعاب اور ان کا جھوٹا جس کے تصور سے بھی جی متلانے لگتا ہے اور سور دیکھ کر ابکائی آنے لگتی ہے۔ علامہ کے نزدیک بالکل پاک جانور ہیں۔ پھر ایسے جانور یا ایسی اشیاء جن کو نجس العین قرار دیا گیا ہو۔ ان کی پاکی بیان کرنے کا حوصلہ تو غیر مقلدوں میں ہی ہے۔ مقلدین تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں یہ اپنے اپنے حوصلہ اور نظافت کی بات ہے کہ احناف تو سور اور کتے کی پرچھائیں (سایہ) پر بھی قدم رکھنا گوارا نہیں کرتے اور غیر مقلدین کتے کو گود میں لیکر نماز پڑھنے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں کر سکتے اور نہ کرتے ہیں۔ کتے کو گود میں لیکر نماز پڑھنے کی بات کسی حنفی عالم کی وضع

کردہ نہیں ہے، یہ حنفی تو علماء مجتہدین کی تقلید کو ہی مایۂ افتخار سمجھتے ہیں اور اسی میں عافیت و نجات سمجھتے ہیں اس کے علی الرغم ہر غیر مقلد مجتہد ہے اور اسی اجتہاد میں انگریزوں کی نقالی کرتے ہوئے یہ یقین دلاتا ہے کہ ہم تم سے کچھ زیادہ ہی کتوں کو پیار کرتے ہیں۔ تم تو کتوں کو لے کر چرچ بھی نہیں جاسکتے ہم کتے کو گود میں لے کر نماز پڑھتے ہیں۔ علامہ وحید الزماں حیدرآبادی مسئلہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویتخذ جلده مصلی ودلوا ولو سقط فی الماء ولم یتغیر لا یفسد الماء وان اصاب فمیه الماء وکذا الثوب لا ینجس بانتفاضه ولا بعضه ولا العضو ولو اصابه ریقه ولا تفسد صلوته حامله وشرط بعضهم شد فمه وقبل تفسد لعدم شهود الملائکة بیتا فیه کلب اوتصاویر وفی طهارة لحمه اذاذکی قولان ولا خلاف فی طهارة شعره. (نزل الابرار فصل فی الدباغة ج ا ص ۳۰)

کتے کی کھال کا مصلی بنانا اور ڈول بنانا درست ہے اور اگر کتا پانی میں گر جائے اور اس کا تھوک بھی پانی میں مل جائے، منہ پانی سے لگ جائے یا کپڑا اس سے لگ جائے کم یا زیادہ تو کوئی حرج نہیں ہے اور گود میں لیکر نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ بعض لوگوں نے منہ باندھنے کی شرط لگائی ہے اور چند لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جس گھر میں کتا اور تصویریں ہوتی ہیں اس میں فرشتے نہیں جاتے اس لیے نماز فاسد ہو جائے گی۔ جہاں تک کتے کے گوشت کا سوال ہے اگر ذبح کر دیا جائے تو چند کے نزدیک پاک ہے اور بالوں کے پاک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

لیجئے کتے بھی کارآمد ہو گئے ذبح کیجئے مصلی بنائیے اور پانی رکھنے کا برتن بنائیے کتے کو گود میں لیکر نماز پڑھئے حیرت ہے کہ نواب صاحب نے اس کی صراحت نہیں فرمائی کہ کتا ولایتی ہو یا دیسی، اس لئے کوئی بھی کتا ہو سب کا حکم ایک ہے بیگم صاحبہ کا جی چاہے تو کتا گود میں لیکر نماز پڑھیں اور نواب صاحب کتیا گود میں اٹھالیں یہ تو اپنی اپنی صواب دید اور ذوق پر موقوف ہے۔

لیکن اسی جماعت کے ایک مقتدر مجتہد عالم نواب نورالحسن خاں صاحب علامہ وحید الزماں حیدرآبادی سے اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

وآونده که سگ دراں آب خورد طهارتش شستن آں ظرف است هفت بار نخستین بخاک شوید پستر بآب۔ (عرف الجادی کتاب الطہارۃ ص ۹)

جس برتن میں کتے نے پانی پیا ہو وہ برتن سات مرتبہ دھونے سے پاک ہوگا پہلے مٹی سے دھویا جائے اس کے بعد پانی سے۔

یہ فیصلہ تو غیر مقلدین ہی کریں گے کہ دونوں علماء مجتہدین کے مسئلہ پر کس طرح عمل کیا جائے، ایک کے یہاں پاک اور دوسرے کے یہاں اتنا زیادہ ناپاک کہ برتن بھی ناپاک جو سات بار دھوئے بغیر پاک نہ ہو۔ غیر مقلد سماج میں رہنے والے ہی بتا سکیں گے کہ وہ کس پر عمل کرتے ہیں؟ کتے کی کھال کا مصلّی بناتے ہیں اور مشکیزے استعمال کرتے ہیں یا نہیں؟ اور کتے کے بال جب بلا اختلاف پاک ہیں تو بالوں کی ٹوپیاں پہنتے ہیں یا نہیں؟

غور وفکر اور تجزیہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی غیر مقلد علماء افیون اور بھنگ کی مستی میں قلم وقرطاس لیکر بیٹھتے ہوں گے ایسی حالت میں وہ کیا کچھ لکھیں گے اس کے چند نمونے سامنے ہیں یہ کوئی الزام نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ غیر مقلدین کے اجتہاد میں بھنگ اور افیون، دھتورا اور تمباکو جائز ہے۔ بلا روک ٹوک جس کا جی چاہے دم لگائے اور جس کا جی چاہے افیون کا نشہ کرے، کھلی چھوٹ ہے چنانچہ علامہ وحید الزماں حیدرآبادی لکھتے ہیں:

وقال صاحب الدر من الاحناف يحرم اكل البنج والحشيشة والافيون وجوز الطيب والنتن اى التباك ، قلت اى دليل على حرمة هذه الاشياء غاية مافى الباب ان تكون مكروهة .

(نزل الابرار ج ۳ ص ۹۰)

احناف میں سے صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ بھنگ افیون، جائفل اور تمباکو کو کھانا حرام ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان چیزوں کے حرام ہونے کی کونسی دلیل ہے؟ زیادہ سے زیادہ مکروہ کہہ سکتے ہیں۔

اس سے آگے چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں کہ:

حدیث نهی عن کل مسکر و مفتر ضعیف مع ان هذه الاشیاء غیر البنج و الحشیش لیست بمسکرة و لا مفترة فان کان شئ منها حراما فیمکن ان تکون هی البنج و الحشیشة لاغیر. (حوالہ مذکورہ)

نشہ آور اور عقل خراب کرنے والی اشیاء کی ممانعت جس حدیث میں آئی ہے وہ ضعیف ہے بھنگ اور چرس کے علاوہ کوئی چیز نشہ آور اور عقل خراب کرنے والی نہیں ہے۔ ان میں اگر کوئی چیز حرام ہو سکتی ہے تو وہ بھنگ اور چرس ہے۔

افیون اور تمبا کو نہ جانے کیوں نظر انداز کر دیئے گئے ہو سکتا ہے کہ اپنے مسئلہ کے مطابق افیون کے نشہ میں رہے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی عبارت میں جوز الطیب (جائفل) کو بھی نشہ آور چیزوں میں شمار کر لیا حالاں کہ جائفل کو کوئی نشہ آور نہیں سمجھتا، عام استعمال کی چیز ہے ہو سکتا ہے کہ نواب صاحب جوز ماپل (دھتورا) لکھنے کے بجائے جوز الطیب لکھ گئے ہوں۔ اس لئے کہ دھتورا اطباء کے نزدیک نشہ آور ہے۔

لیکن اس کو کیا کیجئے کہ نواب صاحب کو نشہ آور چیزوں سے خاص مناسبت ہے۔ یہ شراب کو ناپاک نہیں پاک کہتے ہیں اور پاک منوانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں دیکھئے فرماتے ہیں۔

والخمر لیس بنجس بل هو حرام...... ومن قال بنجاستها فعلیه الدلیل

(نزل الابرار ج ۳ ص ۸۸ کتاب الاشربۃ)

شراب نجس نہیں ہے حرام ہے اور جو اس کو ناپاک کہتا ہے اس کو ناپاکی کی دلیل پیش کرنی چاہئے۔

اس کو کہتے ہیں سینہ زوری کہ پاک ہونے کا دعوی تو آپ کر رہے ہیں اور ناپاک ہونے کی دلیل ہم دیں۔ سبحان اللہ آپ ہماری دلیل مانیں گے کب؟ نواب صاحب آپ شراب کو حرام کہہ چکے ہیں، پی نہیں سکتے لیکن شراب سے دلچسپی کا حال یہ ہے کہ شراب میں بنی ہوئی چیز کھا سکتے ہیں یہ مسئلہ آپ ہی کا بیان فرمودہ ہے کہ:

قلنا بطهارة الخمر فالادوية التى خولطت بخمر وقد استحال والخبز التى عجنت به ثم زال اثره بالطبخ.

ہم نے شراب کو پاک کہا ہے پس جن دواؤں میں شراب شامل کی گئی ہے حالت بدل جانے کی وجہ سے جائز ہے اور جو روٹی شراب میں گوندھ کر بنائی گئی ہے وہ بھی پکنے کی وجہ سے جائز ہوگئی۔

شراب میں آٹا گوندھنے کی اس کھلی چوٹ سے معاشرہ میں کس قدر بیباکی سے شراب پی جائے گی اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، کھلے بندوں شراب لے جانے والے کو کوئی ٹوک بھی نہیں سکتا اس کے ہاتھ میں علامہ وحید الزماں صاحب کا فتویٰ ہوگا اور روٹی پکانے کا بہانہ۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

صرف شراب ہی نہیں ہر گندی چیز سے غیر مقلدین کو نہ جانے کیوں دلچسپی ہے ہر چیز پر پاکی کی مہر لگائے بیٹھے ہیں، جانوروں کا پیشاب، سور اور کتے کا لعاب اور جھوٹا یہ سب تو پاک ہیں ہی، کتے کا پیشاب اور اس کا پاخانہ بھی پاک ہے کتنی مناسبت ہے غلاظتوں سے؟ حیرت ہوتی ہے کہ پھر آدمیوں کے پیشاب پاخانے کو کیوں نجس ٹھہرایا ان کو بھی پاک کہہ دیتے کون روکنے والا تھا لیکن ذرا ٹھہریئے نواب صاحب نے پاک چیزوں کی فہرست میں لکھا ہے کہ منی (مرد کی ہو یا عورت کی) خشک ہو یا تر، گاڑھی ہو یا پتلی پاک ہے اسی طرح بہتا ہوا خون، عورت کی شرم گاہ کی رطوبت حلال اور حرام جانوروں کا پیشاب سب پاک ہیں قئے اور پیپ بھی۔

یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین جس کو نجاست مانتے ہیں اس کو بھی اہمیت نہیں دیتے اور پاک و ناپاک کپڑوں میں نماز کو درست قرار دیتے ہیں چناں چہ نواب نور الحسن خاں صاحب کا ارشاد ہے:

در جامہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح است ☆ ناپاک کپڑے میں نماز درست ہے۔

(عرف الجادی بیان نواقض وضو، ص ۲۲)

کپڑے میں منی لگی ہو، شراب سے تر ہو، عورت کی شرمگاہ کی رطوبت سے کپڑا

بھیگ چکا ہو اس میں قباحت کا تصور بھی نہیں ہے اس لئے کہ یہ سب تو پاک ہیں۔

غیر مقلد علامہ حضرات نے یہ سب کچھ ہانک پکار کر بتا دیا تو کیا ان مسائل پر سب عمل بھی کرتے ہیں اور کتے کے پیشاب سے تر کپڑے میں نماز پڑھ لیتے ہیں یا عام حالات میں بغیر دھوئے پہنے رہتے ہیں چلئے یہ تو سوکھ جائے گا۔ دیکھنے والے کی نظر میں نہیں آئے گا لیکن پاخانہ تو ظاہر ہوگا اور اس سے بدبو بھی آئے گی کیا اس کی آلودگی کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور عام حالات میں کتے کے پاخانہ سے آلودہ کپڑا زیب تن کرنے میں طبیعت مکدر نہیں ہوتی مسئلہ تو غیر مقلدین کے لیے بالکل صاف وصریح ہے۔

وکذلک فی بول الکلب وخراءہ والحق، انہ لا دلیل علی النجاسۃ.

ایسے ہی کتے کا پیشاب پاخانہ پاک ہیں ان کے نجس ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

(نزل الابرار باب الانجاس ج ۱ ص ۵۰)

سمجھ میں نہیں آتا کہ جن چیزوں سے فطرت انسانی اباء کرتی ہے طبیعت میں تکدّر پیدا ہوتا ہے وہ کیسے پاک اور قابل استعمال ہو گئے یہی علامہ وحید الزماں صاحب حیدر آبادی بلا تکلف فرماتے ہیں:

واختلف فی اشتراط الطہارۃ من الانجاس فرجح الشوکانی والسید من اصحابنا عدم الاشتراط وقالوا لو صلی فی ثوب نجس اوصلی و علیہ نجاسۃ فصح صلوتہ غیر انہ یاثم.

نجاستوں سے پاک ہونے کی شرط میں اختلاف ہے۔ قاضی شوکانی اور نواب سید صدیق حسن خاں ہمارے اصحاب پاکی کو شرط نہیں مانتے اس لئے انہوں نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے ناپاک کپڑے میں نماز پڑھ لی یا اس پر نجاست لگی ہوئی ہے نماز درست ہوگی ہاں گنا ہگار ہوگا۔

یہ ہے غیر مقلدین کے اماموں کا مسئلہ کہ پاک و ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھے جایئے لیکن کبھی کبھی ہوش میں آتے ہیں تو یہ بھی فرماتے ہیں:

اما لو حمل قارورۃ فیہا نجاسۃ لم تصح.

اگر کوئی شیشی میں نجاست لیکر نماز پڑھے نماز درست نہیں ہوگی۔
(نزل الابرار ج ۱ ص ۶۴ شروط الصلوٰۃ)

چہ خوب! کپڑے میں نجاست لگی ہو تو نماز درست اور شیشی میں ہو تو نا درست۔ کیا نکتہ ہے اس مسئلہ میں اور حقیقت کیا ہے، یہ وہی لوگ بتا سکیں گے جو بھنگ اور افیون کے نشہ میں مسائل بیان کرتے ہیں۔ بیچارے احناف تو نشہ آور چیزوں کو حرام کہتے ہیں اور اس قدر دوری بنائے ہوئے ہیں کہ اس کا تصور بھی ان کے لئے اندوہ گیں ہے۔

یہ مشاہدہ ہے کہ نشہ آور اشیاء استعمال کرنے والوں کو لطف اسی وقت آتا ہے جب نشہ کے ساتھ رقص و سرود کی محفل بھی جے طبلہ کی تھاپ پر عورتیں ناچیں اور گائیں، مرد بھی چاندی کے زیورات سے آراستہ ہو کر اس بزم میں کوئی اہم کردار ادا کریں آخر باجا کون بجائے گا؟

یہ سب کچھ غیر مقلدین کے یہاں جائز و مباح ہے اس کی تفصیل ایک موقعہ پر آچکی ہے یہاں معلومات میں اضافہ کے لئے ایک جزیہ پیش کرنا ہے کہ خوشی کے موقعوں پر رقص و سرود کی محفل میں ناچنے گانے والے پیشہ ور نہیں ہوں گے، گھروں کی معزز خواتین ہوں گی، ہوسکتا ہے کہ نواب صاحب کے ذہن میں یہ نکتہ ہو کہ اس تدبیر سے پردہ نشین خواتین کی بھی جلوہ نمائی ہوجائے گی اور ان کی حیا کا دامن بھی تار تار ہوجائے گا، خیر اس میں اصل نکتہ کیا ہے؟ یہ تو غیر مقلد علماء کرام ہی بیان فرمائیں گے۔ آپ نواب صاحب کے اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

ولو دعی الی ولیمة وثم لعب او غناء قعدوا کل لان الغناء و اللعب مما یجوز فی الزوج ومراسم الفرح الاغناء النساء البغایا ورقصهن فانه لم یجوزه احد فلا یقعد لو کان مثل هذا الغناء والرقص علی المائدة ولو کان فی محل آخر فیأکل ویرجع.
(کنز الحقائق ص ۱۹۳)

اگر کسی ولیمہ میں مدعو ہوں اور وہاں تماشہ اور گانا ہو رہا ہو تو بیٹھیں اور کھانا کھالیں اس لئے کہ تماشا اور گانا نکاح اور دیگر خوشی کے مواقع پر جائز ہے لیکن گانا اور ناچنا

کنجریوں کا نہیں ہونا چاہیے یہ جائز نہیں ہے اس لئے نہ بیٹھیں البتہ یہ ناچ گانا اگر دستر خوان پر ہو یا دوسرے موقعہ پر ہو، تو کھائیں اور لوٹ آئیں۔

رقص و سرود کی اجازت سے مسلم لڑکیوں میں ناچنے گانے کا رجحان بڑھے گا اور سیکھنے سکھانے کے لیے تو وقت کی کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ ورنہ یکا یک خوشی کے موقعوں پر فرحت و انبساط کو بام عروج تک پہنچانے میں کافی دشواری ہوگی فن کے اچھے مظاہرے کے ساتھ ہی خوشیوں میں اضافہ ہوگا، کیا سکھانے کے لئے غیر مقلدین علماء کنجریوں کو اپنے گھروں میں آنے کی اجازت دیں گے، آخر یہ رقص و سرود سیکھیں گی کیسے؟ اس لئے کہ یہ مستحب کام ذرا ڈھنگ سے ہونا چاہیے اس کے استحباب کی بات بھی علامہ وحید الزماں حیدر آبادی مرحوم نے صاف لفظوں میں بیان فرمائی ہے:

وندب اعلان النكاح ولو بضرب الدف واستعمال المزامير والتغني ومن حرمة في النكاح والاعياد ومراسم الفرح كالختان وغيره فقد اخطأ. (نزل الابرار کتاب النکاح ج ۲ ص ۳)

نکاح کا اعلان دف بجا کر کیا جائے، دیگر باجوں اور گانوں سے کیا جائے مستحب ہے اور جس نے گانے بجانے کو نکاح، عید، خوشی کے مواقع جیسے ختنہ کی تقریب وغیرہ میں حرام کہا ہے اس نے غلطی کی ہے۔

گانا بجانا اور ناچ سے لطف اندوز ہونے کے مسائل تو آپ دیکھ چکے اور یہ بھی دیکھا کہ ان کے یہاں پاکی کا معیار کیا ہے؟ ایک نظر اس پر بھی ڈال لیں کہ جس چیز کو یہ ناپاک مانتے ہیں اس میں بھی کتنی وسعت ہے انسان کا پیشاب غیر مقلدین ناپاک تسلیم کرتے ہیں لیکن پیشاب میں بھیگے یا بھگوئے ہوئے اناج کو کیا کہتے ہیں؟ وہ دیکھئے۔ نواب صاحب رقمطراز ہیں:

ولو انتفخت الحنطة من بول الانسان او الحمص او نحوه تنقع في الماء وتجفف فتطهر. (نزل الابرا ج ۱ ص ۵۰)

اگر آدمی کے پیشاب میں گیہوں، چنا اور کوئی اناج بھیگ کر پھول جائے تو اس کو

پانی میں ڈال کر نکال لیا جائے وہ سوکھ کر پاک ہو جائے گا۔

عبارت نہ پیچیدہ ہے نہ گنجلک، بالکل واضح اور غیر مبہم ہے۔ آدمی کا پیشاب ہی کتنا ہوتا ہے اور پھر بدرستگیٔ ہوش وحواس کون آدمی اناج میں پیشاب کرے گا، اس لئے ماننا پڑے گا کہ کسی چھوٹے برتن میں پیشاب کر کے گیہوں یا چنا اس میں بھگویا گیا ہو اور پھر اس میں تاثیر پیدا ہونے کے بعد اس کو پانی سے دھو کر خشک کر لیا جائے ہو سکتا ہے کہ نواب صاحب نے انسانی پیشاب میں مفید اجزاء دریافت کر لئے ہوں اور اس کے استعمال کی یہ تدبیر بتائی ہو جس طرح وہ شراب میں آٹا گوندھنے کی تدبیر بتا چکے ہیں لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ شراب غیر مقلدین کے نزدیک پاک ہے اور آدمی کا پیشاب ناپاک ہے بہر حال اس کو اگر طبیعت اور مذاق پر محمول کر لیا جائے تو نفاست طبع کی داد دینی پڑے گی۔

مزید طبعی نفاست کو داد دینی ہو تو یہ مسئلہ بھی غیر مقلدین کے دفتر میں موجود ہے کہ:

اما مستحل وطی النساء فی الدبر فلیس بکافر ولا فاسق لاختلاف الصحابة فیه . (نزل الابرار ج ۱ ص ۴۶ باب الحیض)

عورتوں کے پاخانہ کے مقام میں جماع کو حلال سمجھنے والا کافر اور فاسق نہیں ہے۔

مردوں اور عورتوں کے پاخانے کے مقام کو اپنی جنسی خواہشات کا نشانہ بنانا اور ان سے ہوس پوری کرنا، کتنی گندی اور پھوہڑ بات ہے اور کس قدر گھناؤنا عمل ہے ان کو الفاظ کا جامہ پہنانا بھی مشکل ہے، فطرت سے بغاوت اور فطرت سے جنگ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی لیکن سب سے پہلے اس گھناؤنے اور غیر فطری عمل کا ارتکاب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے کیا تو وہ کیفر کردار کو پہنچی اور اب علامہ وحید الزماں صاحب اس بد فعلی کو حلال کہنے والے کو فاسق بھی کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں یعنی اس فعل بد کو کرنے کی کھلی چھوٹ ہے اس لئے کہ اس کو حلال کہنے والا بھی کوئی قابل مواخذہ مجرم نہیں ہے فعل مباح پر کون دارو گیر کر سکتا ہے؟ بلاتردد غیر مقلدین اپنی بدمذاقی اور پھوہڑ پن کا ثبوت بہم پہنچاتے رہیں۔

پھر نواب صاحب کو یہ مسئلہ بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ کن صورتوں میں مرد اپنی منی باہر گرا سکتا ہے اور عورت بھی۔ اس لئے کہ منی باہر گرانے کا مقصد ضبط تولید ہے یہ اختیار غیر مقلد مجتہد عالم نے دونوں کو دیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں ضبط تولید کے لئے جبری نسبندی کی جارہی تھی، اس کی مخالفت کرنے والوں کی نظر اس مسئلہ پر نہیں پڑی ورنہ نسبندی کے خلاف محاذ آرائی کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اعلان کر دیتے کہ نسبندی جائز ہے میاں بیوی رضامند ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ثبوت کی ضرورت ہو تو اصل عبارت پیش خدمت ہے:

ویجوز للرجل شرب دواء مباح او اکله لبطلان الشهوة وکذلک الانثی لالقاء نطفة او عدم تعليق الحمل ولحصول الحيض وقطعه وليس لاحد ان يسقيهامثل هذا الدواء بلاعلمها ورضائها. (نزل الابرار ج ۱ ص ۴۹)

شہوت کو ختم کرنے کے لیے مباح دوا کا پینا اور کھانا مرد کے لیے جائز ہے ایسے ہی عورت کو منی باہر گرانے کی اجازت ہے خواہ حمل نہ ٹھرانے کے لیے ہو یا حیض جاری کرنے کے لئے یا ختم کرنے کے لئے ہو۔ لیکن اس طرح کی دواؤں کا استعمال دونوں کے علم میں رہنا چاہیے۔ بغیر بتائے اور رضامندی کے ایسا نہ کریں۔

لیکن استقرار حمل سے بچنے کے لیے دواؤں کی کیا ضرورت ہے شہوت رانی کے لئے ایک غیر فطری راستہ تو حضرت علامہ نے کھول ہی دیا ہے اس میں بیوی کی مرضی کی قید بھی نہیں ہے خواہ مخواہ پیسے ضائع ہوں گے دوا کھانے کھلانے میں آسان راستہ تو وہی ہے جو نواب صاحب پہلے بیان فرما چکے ہیں کہ عورت کے پاخانہ کا مقام بھی استعمال ہوسکتا ہے بھلا جو لوگ کپڑے کی موجودگی میں بالکل برہنہ نماز پڑھنے کو صحیح بتاتے ہوں وہ کیا کچھ نہیں کہہ سکتے۔

غیر مقلدین کے دو امام یعنی قاضی شوکانی اور علامہ سید صدیق حسن خاں صاحب فرماتے ہیں:

فلو صلی عریاناً ومعه ثوب صحت صلوته ویاثم عندهما (حواله بالا ص ۶۵)

اگر کپڑے کے باوجود ننگے نماز پڑھ لی تو نماز ہو گئی البتہ دونوں کے نزدیک گنہگار ہوگا۔

عبارت کا انداز بتاتا ہے کہ جب نماز درست ہو گئی تو پھر گناہ کیسا؟ یعنی نواب وحید الزماں صاحب حیدر آبادی غالباً اس میں گناہ بھی نہیں سمجھتے لیکن بلا وضو قرآن مجید چھونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ ہر غیر مقلد بلا تکلف قرآن مجید بلا وضو چھوتا ہے اور قرآن مجید ہاتھ میں لیکر پڑھتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ غیر مقلدین حائضہ عورت، جنبی مرد عورت اور بے وضو کو قرآن مجید کی تفسیریں، حدیث اور فقہ کی کتابیں چھونے اور ہاتھ میں لینے کی عام اجازت دیتے ہیں دیکھئے فرماتے ہیں:

اما مس کتب التفسیر والحدیث والفقه فیحل للحائض والجنب والمحدث اذا لادلیل علی الحرمة والکراهة۔

(باب الحیض حوالہ بالا ص ۲۵)

تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابوں کا چھونا جائز ہے حیض والی عورت کو، جنبی کو جس پر غسل واجب ہے اور بے وضو کو اس کی حرمت اور کراہت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

بہت خوب نواب صاحب! کتنی آسانی پیدا کر دی آپ نے ملت اسلامیہ کے لئے میاں بیوی ہم بستر ہوں، فارغ ہونے کے بعد تفسیر ثنائی اٹھالیں اور مطالعہ کریں، ہاتھ دھونے کی بھی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ منی پاک ہے اس کی آلودگی کے ساتھ بخاری شریف یا اور کوئی حدیث کی کتاب اٹھانے اور پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جی چاہے تو فقہ محمدی سینہ پر رکھ لیں تاکہ سکون میں خلل نہ واقع ہو اور حنفیوں کے مسائل کی طرف توجہ نہ ہو اور ذہن منتقل ہو بھی جائے تو ایک عدد لاحول کے ساتھ اپنی فقہ پر نظر جما لیں، خدشات دور ہو جائیں گے۔

قارئین کرام کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ تفاسیر عربی زبان میں ہوں یا اردو میں سب قرآن مجید کے ساتھ ہیں، صرف تفسیری الفاظ ہی شائع نہیں ہوتے کہ انسانی تشریح و تفسیر کہہ کر دامن چھڑا لیا جائے اور احادیث کی کتابوں کا احترام تو آپ کی نظر میں ہے ہی اور فقہ اسلامی بھی قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبویہ سے خالی نہیں ہے۔ ہر مسئلہ کتاب و سنت کی روشنی میں ہی بیان کیا گیا ہے۔ کیا خوب ہو کہ ان مقدس کتابوں کے

مطالعہ میں کتا بھی پہلو یا گود میں ہو۔

ہم نے اس مضمون میں صرف دو کتابوں کو پیش نظر رکھا ہے حالات نے مزید تقاضا کیا اور فرصت ملی تو مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا عنایت اللہ اثری کے فرمودات پر نظر ڈالیں گے اور دکھائیں گے کہ ان بزرگوں نے معجزات کا انکار کیوں کیا ہے اور اثری صاحب قادیانیوں سے کس حد تک مربوط تھے۔

نیز مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم کا رویہ آخر میں قادیانیوں کے ساتھ کیا رہا؟ پھر یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو بغیر باپ مولانا عنایت اللہ اثری کیوں نہیں مانتے ؟ اس معجزہ کے انکار پر دوسرے مکتب فکر کے علماء نے کیا کہا اور غیر مقلد علماء نے کیا خیال ظاہر کیا۔

ہم اس کا بھی جائزہ لیں گے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کو کن بنیادوں پر زندیق، معتزلی اور مرجئی وغیرہ کہا ہے اور تفسیر ثنائی کو اپنا خاص نشانہ بنایا ہے ان عنوانات کے علاوہ ابھی تو بہت سے مسائل اچھوتے ہیں مثلاً کوئی شخص اپنے عضو تناسل کو اپنے ہی پاخانہ کے مقام میں داخل کرے تو کیا حکم ہے؟

آپ کو یہ رسالہ پسند آیا اور دیگر مسائل کو منظر عام پر لانے کا مطالبہ کیا تو ہم انشاء اللہ آپ کی فرمائش کی تعمیل کریں گے۔

غیر مقلد علماء کی
حکومت برطانیہ کی کاسہ لیسی

غیر مقلد علماء کی
حکومت برطانیہ کی کاسہ لیسی

جمادی الاول ۱۴۲۴ھ میں مولانا ہدایت اللہ قاسمی (جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء سدھارتھ نگر اتر پردیش) نے مولانا محمد رئیس ندوی کی ایک تصنیف ''تحفظ سنت کانفرنس مئی ۲۰۰۱ء پر ایک نظر عنایت کی اور اصرار کیا کہ میں اس پر تبصرہ کردوں، میں نے وعدہ کرلیا لیکن مصروفیات نے تبصرہ تو کیا پڑھنے تک کا موقعہ نہیں دیا، اب اس پر نظر ڈالی تو کتاب حسب توقع نکلی، یعنی مولانا کی زبان، اسلوب بیان، طریقۂ استدلال اور حوالوں میں کتر بیونت جو دیگر کتابوں میں ہے وہی سب کچھ اس میں بھی ہے، اس سے ہٹ کر توقع بھی نہیں کی جاسکتی تھی بھلا جو شخص ضمیر کے بحران میں مبتلا ہو، اس سے سنجیدگی کی امید کیسے کی جائے؟ اس کا استدلالی رنگ، اس کی زبان کیسی ہوگی، پوری کتاب کا بھرپور جائزہ ہم ذرا بعد میں لیں گے، سردست ہم کتاب کے صرف ایک پہلو کا جائزہ لینے پر اکتفا کررہے ہیں۔

مولانا ندوی نے علماء دیوبند پر الزام عائد کیا ہے کہ علماء دیوبند انگریزی حکومت کے وفادار اور معاون تھے، یہ ثابت کرنے کے لئے انہوں نے وہی راستہ اپنایا ہے جو رضاخانیوں کے امام احمد رضا خاں صاحب اور ان کے متبعین نے ہموار کیا ہے یعنی عبارتوں کو سیاق وسباق سے ہٹا کر کتر بیونت کر کے پیش کرنا، مولانا ندوی نے یہ تلمذ یا استفادہ کیسے

گوارہ کرلیا اس کی اصلی وجہ تو وہی بتا سکیں گے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ علماء دیوبند کی کردار کشی کے لئے وہ ہر سطح پر اترنے کے لئے تیار ہیں، ورنہ یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ دونوں فرقے انتہا پسند ہیں ایک اس سرے پر کھڑا ہے تو دوسرا دوسرے سرے پر موجود ہے اعتدال کی راہ سے دونوں کو بیر ہے۔ لیکن علماء دیوبند پر ہر طرح کے الزامات عائد کرنے کے لئے دونوں فرقوں کا فکری اتحاد ہے۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ دونوں فرقے انگریزوں اور انگریزی سرکار کے وفادار تھے اور برطانیہ کے غاصبانہ، جابرانہ اور اسلام دشمن حکومت کی حمایت کا بیڑا اٹھائے ہوئے تھے ان کی کتابوں میں وفاداری اور کاسہ لیسی کے جو مضامین جگہ جگہ موجود ہیں وہ حوالے ذرا دیر میں، پہلے ہم مولانا محمد رئیس ندوی کی وہ مہارت دکھا رہے ہیں جو انہوں نے سیاق و سباق سے الگ کرکے عبارتوں کو پیش کرنے کی ناروا جسارت کی ہے۔

مولانا ندوی نے صفحہ ۳٦ پر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتویٰ کا حوالہ دیا ہے بطور ثبوت مولانا محمد میاں صاحبؒ کی کتاب ''تحریک شیخ الہند'' کا صفحہ ۳۰۸ پیش کیا ہے پہلی بات تو یہی کہ ''تحریک شیخ الہند'' کی ضخامت تین سو صفحات سے کم ہے ہمارے سامنے ''تحریک شیخ الہند'' الجمعیۃ بکڈپو کا نسخہ ہے اس کے صفحہ ۱۰۵ اور ۱۰٦ پر اس فتویٰ پر گفتگو کی گئی ہے جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی طرف منسوب کیا گیا ہے، یہ فتویٰ ''البشیر'' میں ۱۹۹۸ء میں کسی گہری سازش کے تحت حضرت گنگوہی کے نام سے شائع کیا گیا، یہ ''البشیر'' میں کس نے بھیجا اور کس نے فتویٰ لکھا، اس کا سراغ نہیں ملا۔ فتویٰ کی عبارت بھی اس کے بے بنیاد ہونے کی شہادت دیتی ہے فتویٰ میں سلطان ترکی کے جنگ میں شریک ہونے کی بات کہی گئی ہے جب کہ ترکی فتوی کے پندرہ سال کے بعد ۱۹۱۴ء میں جنگ میں شریک ہوا ہے لیکن ڈوبتے کو تنکا ہی بہت ہے، اسی کا سہارا لے لیتا ہے۔ ندوی صاحب کو اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کچھ نہیں ملا تو ایک فرضی فتویٰ ہی کا سہارا لے لیا اور اس سے بھی آنکھیں بند کرلیں کہ اس فتویٰ کے فرضی انتساب پر بحث کرتے ہوئے مولانا سید محمد میاں نے مولانا سعد الدین کشمیری اور مولانا امان اللہ کشمیری کے اس استفتاء کا

ذکر کیا ہے جس کے جواب میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے برطانوی حکومت کے خلاف فتوی دیا ہے یہ فتوی بجائے خود ''البشیر'' والے فتوی کو فرضی ٹھہراتا ہے، ہوسکتا ہے کہ کسی غیر مقلد عالم نے اپنے ضمیر کی آواز کو حضرت گنگوہیؒ کی طرف منسوب کر دیا ہو۔

ان غیر مقلدوں کا حال تو یہ ہے کہ اپنے افکار و نظریات کو تھوپنے کے لئے ہر وہ تدبیر اختیار کرتے ہیں جو گمراہ فرقوں کا طرۂ امتیاز ہے غلط الزامات، تصویر کشی اور غلط ترجمہ سب کچھ غیر مقلدین کی شریعت میں روا ہے ایک دس صفحات کی رسالچی ''دیو کے بندے'' عزیزم حافظ رشید الرحمٰن رشید بستوی سلمہ نے کہیں سے حاصل کر کے میرے سپرد کی، سرورق پر دیو کی تصویر بنائی گئی ہے۔ اس کے مصنف ہیں علامہ عبدالستار خاں نیازی، ناشر ہے ادارہ اہل سنت والجماعت ممبئیؔ ۹۳، یہ غیر مقلدوں کے علامہ نومسلم ہیں یعنی پہلے دیوبندی اور بریلوی تھے اور اب توبہ کر کے غیر مقلد یعنی مسلمان ہو گئے ہیں، علامہ صاحب کے علم و فضل کو پرکھنے کے لئے ''دیو کے بندے'' ہی کافی ہے یہ نام علامہ صاحب رضاخانیوں سے لائے ہیں نہ جانے کب تک رضاخانیت کا اثر ان پر رہے گا دیوبند کا ترجمہ ''دیو کے بندے'' کیا خوب علامہ صاحب آپ تو ازار بند کا ترجمہ ازار کے بندے، نعل بند کا ترجمہ نعل کے بندے سے کرتے ہوں گے، فرمایئے دل بند اور بازوبند وغیرہ کا ترجمہ بھی یہی کرتے ہیں یا کچھ اور۔ کیا خاں صاحب یہ بتانے کی زحمت اٹھائیں گے کہ یہ ترجمہ کس قاعدے کے تحت کیا گیا ہے؟ ان دس صفحات میں اسی طرح کے موتی بکھیرے گئے ہیں، اس میں بھی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ رحمہما اللہ پر انگریزوں کی وفاداری کا الزام عائد کیا گیا ہے ان غیر مقلدین نے جگ ہنسائی سے بے پرواہ ہو کر الزام لگایا ہے ورنہ دنیا جانتی ہے کہ شاملی کے میدان میں انگریزوں کے خلاف داد شجاعت دینے والے یہی مردان صفا کیش تھے، انگریزی سپاہ سے دو بدو جنگ کے نتیجے ہی میں حضرت حافظ ضامن علی رحمۃ اللہ علیہ شہید ہوئے، انہیں بزرگوں نے انگریزوں کو پسپا کر کے شاملی پر قبضہ کیا تھا۔ انہیں بزرگوں کے خلاف غیر ضمانتی وارنٹ جاری ہوا تھا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ گرفتار ہوئے اور چھ مہینے تک مظفر نگر جیل میں قید رہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ

صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ انگریزوں کی چیرہ دستیوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے اور بلد امین میں پناہ لی اور اسی شہر مقدس میں جان جان آفریں کے سپرد کردی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ عرصہ دراز تک روپوش رہے، عام معافی کا اعلان ہونے کے بعد بھی انگریزوں کی نظر میں کھٹکتے رہے۔

ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ حضرات انگریزوں کے وفادار تھے اور برطانوی حکومت کی حمایت میں فتوی دے رہے تھے تو ان کی گرفتاری کا وارنٹ کیوں جاری ہوا، قید و بند کی صعوبتوں سے کیوں گزرنا پڑا؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ مصنفین اپنے بزرگوں کی انگریز وفاداری کو چھپانے کی ناکام کوشش کررہے ہیں، چڑھتے سورج کی پوجا کرنا ان کا شعار ہے یہی غیر مقلدین انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے اپنی براءت کا اظہار کرچکے ہیں اور اب سعودی حکومت کو خوش کر کے دولت کا انبار لگارہے ہیں یہی شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی پہلے قابل نفریں تھے اور اب غیر مقلدوں کے امام ہیں دیکھئے غیر مقلد علماء کے سرخیل نواب سید صدیق حسن خاں اپنی کتاب ''ترجمان وہابیہ'' میں لکھتے ہیں:

''محمد بن عبدالوہاب کی بات کا کیا ذکر ہے اور وہ کس شمار و قطار میں ہے لاکھوں عالم اسلام میں گذرے ہیں لیکن کوئی ادنی مسلمان بھی سچی باتوں کو ان کے طریقے میں منحصر نہیں جانتا اور ان کے پیچھے چلنا واجب نہیں سمجھتا''۔ (ترجمان وہابیہ ص ١٠)

نواب صاحب نے بہتر صفحات کا یہ رسالہ اپنی براءت ہی میں لکھا ہے کہ وہ وہابی نہیں ہیں اس کی ضرورت یوں پیش آئی کہ والیٔ بھوپال سے کسی نے شکایت کردی تھی کی نواب صاحب وہابی ہیں، نواب صاحب نے اس شکایت پر گدی سرکتی ہوئی دیکھی تو والئ بھوپال اور انگریزوں کی خوشنودی میں پوری کتاب ہی براءت میں لکھ دی، اس طرح نواب صاحب کا دامن داغدار ہونے سے بچا لیکن اندیشہ ہائے دور دراز نے راتوں کی نیند حرام کردی تھی چناں چہ شیخ محمد بن عبدالوہاب سے اپنی براءت کو مستحکم کرنے کے لئے انگریزوں کے مزاج و منشاء کے مطابق جہاد کو ناجائز قرار دیا اور برطانوی حکومت کے گن گائے نیز

انگریزی دور حکومت میں ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا، ''ترجمان وہابیہ'' کو اگر انگریزوں کا قصیدہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا، مولانا ندوی صاحب نے ضرور سنا ہوگا کہ دوسروں کی آنکھ کا تنکا نظر آجاتا ہے اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا اسی ترجمان وہابیہ'' میں نواب صاحب انگریزی حکومت کی مدح وتوصیف میں فرماتے ہیں:

''اسی طرح ریاست بھوپال اور متوصل اس کے، خواہ اخوان ریاست ہوں جو خاندان خاص بانی ریاست میاں وزیر محمد خان بہادر میں ہیں یا اہل کارریاست بڑے ہوں یا چھوٹے سب خیر خواہ گورنمنٹ عالیہ ہیں اور یہ ریاست اس امر میں فائق ہے سب ریاستوں پر''۔ (ص ۵)

غیر مقلدین کے امام نواب صاحب نے وفاداری میں ہر ریاست پر اپنی ریاست کو فوقیت دی ہے اور جب انگریزی سرکار نے نواب صاحب کی وہابیت سے براءت تسلیم کرلی تو نواب صاحب پھولے نہیں سمائے اور فرمایا کہ:

''دولت عالیہ برٹش نے اس معاملہ میں قدیماً وحدیثاً ہر جگہ انصاف پر نظر رکھی ہے کسی جگہ بمجرد تہمت وافتراء پر کارروائی خلاف واقع نہیں فرمائی بلکہ اشتہار آزادئ مذہب جاری کئے اور سوائے باغیان دولت انگلشیہ کے فقط مذہب زید وعمر پر کبھی مواخذہ نہیں کیا''۔ (ص ۳)

اسی صفحہ پر یہ عبارت بھی ہے کہ:

''فرماں روایان بھوپال کو ہمیشہ آزادئ مذہب میں کوشش رہی جو خاص منشاء گورنمنٹ انڈیا کا ہے عیسی بدین خود وموسی بدین خود''۔ (ص ۳)

پوری کتاب ''ترجمان وہابیہ'' وفاداری میں ڈوبی ہوئی ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ نواب صاحب کے ہر ایک بن مو سے فدائیت وخیر خواہی ابل رہی ہے، نواب صاحب کو اس قصیدہ خوانی کا وہ صلہ انگریز سرکار نے دیا جو کبھی تصور میں بھی نہ آیا ہوگا فرماتے ہیں کہ:

''جب دوسرا سال گذر ا رئیسہ معظمہ نے اپنی زوجیت سے مجھے عزت وافتخار بخشا اور یہ امر بااطلاع گورنمنٹ عالیہ وحسب مرضی سرکار انگلشیہ ظہور میں آیا اور یہ علاقہ

موجب ترقی منصب اور عروج وعزت و روز افزوں کا ہوا اور چوبیس ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد المہامی سے سرافرازی حاصل ہوئی اور خلعت گرامی قیمتی دو ہزار روپیہ مع اسپ وفیل وچنور و پالکی وشمشیر وغیرہ عنایت ہوا، بعد چندے خطاب نورانی وامیر الملکی ووالا جاہی ۱۷ فیر شلنگ سے سربلندی عطا فرمائی اور اقطاع یک لک روپیہ سال اس ہر مزید مرحمت ہوئے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۲۸)

نواب صاحب کی وفاداری اور قصیدہ خوانی وہ رنگ لائی کہ ''دفتر کے منشی جی'' نواب وامیر الملک ہو گئے عبارت صاف بتا رہی ہے کہ نکاح والی بھوپال پر دباؤ ڈال کر کرایا گیا تا کہ مستقبل میں ریاست بھوپال سے انگریزی سرکار مطمئن رہے کیوں کہ ریاست بھوپال میں نواب صاحب سے زیادہ کوئی دوسرا شخص انگریزوں کی نظر میں معتمد نہیں تھا، انگریزوں سے نواب صاحب کے مخالفین نے ہر چند ان کو وہابی کہا لیکن شنوائی نہیں ہوئی خود نواب صاحب فرماتے ہیں کہ:

''تین چار سال ہوئے کہ براہ خباثت نفسانی وحرام خوری وبداندیشی وبغض وحسد جبلی، حکام بالا دست کے نزدیک مجھ پر وہابیت کی تہمت لگا کر بدنام کرنا چاہا اور بہتان خطبہ جہاد کا مجھ پر باندھا مگر حکام عالی منزلت یعنی کار پردازان دولت انگلشیہ کو چونکہ تجربہ اس ریاست کی خیر خواہی اور وفاداری کا عموماً اور اس سے بے صولت و دولت کا خصوصاً ہو چکا ہے اس لئے تہمت ان کی پایہ ثبوت کو نہ پہنچی اور کذب وافتراء ان کا بخوبی کھل گیا''۔ (ص ۲۹)

چوں کہ انگریز حکومت کو نواب صاحب کی خیر خواہی اور وفاداری کا تجربہ تھا اس لئے مخالفین اپنی مہم میں کامیاب نہ ہو سکے ورنہ وہابی تو تھے ہی اور اگر وفاداری ذرا بھی مشکوک ہوتی تو وہابیت کا دھبہ دور نہیں ہو سکتا تھا مولانا ندوی صاحب فرمائیں کہ علماء دیوبند کو تو وہ دوسروں کی عبارت سے وفاداروں کے زمرہ میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں اور نواب صاحب خود ہی اپنی وفاداری کا بار بار اعلان کر رہے ہیں، یہی نہیں خطبۂ جہاد سے بھی اپنی براءت کا اظہار کر رہے ہیں اسی جذبۂ وفاداری نے ان کو جہاد کو ناجائز کہنے پر

مجبور کیا یہی نہیں بلکہ وہ عوام وخواص جو انگریزوں کے خلاف نبرد آزما تھے استخلاص وطن کے لئے قیمتی جانوں کا اندرانہ پیش کرر ہے تھے وہ غیر مقلدین کے ان امام صاحب کے نزدیک فسادی اور باغی تھے، نواب صاحب کو برطانوی حکومت سے بہتر کوئی حکومت تاریخ کی کتابوں میں بھی نظر نہیں آئی خیریت ہوئی کہ جناب نے خلافت راشدہ کا نام نہیں لیا قصیدہ خوانی میں غیر مقلد اماموں سے کچھ بعید نہیں، ملاحظہ فرمایئے ہمارے اس دعوی کا ثبوت۔

> ''کتب تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو امن و آسائش و آزادگی اس حکومت انگریزی میں تمام خلق کو نصیب ہوئی ہے کسی حکومت میں نہ تھی''۔ (ص ۹،۸)

اس مدح سرائی کا مقصد ایک تو انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنا ہے اور دوسرا بڑا مقصد برطانوی حکومت کے خلاف جہاد کو ناجائز قرار دینا ہے چناں چہ نواب صاحب نے اپنی کتاب ''ترجمان وہابیہ'' میں نمک خواری کا حق ادا کر دیا ہے اور جگہ جگہ آزادی وطن کی سرگرمیوں کو فساد و بغاوت سے تعبیر کیا ہے اور ان والیان ریاست کو بھی مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا ہے جو اپنی ریاستوں کو انگریزوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے نواب صاحب کا ضمیر انگریزوں کی غلامی پر مطمئن تھا ان کی نظر میں وہی باغی اور فسادی تھے جو اپنا وطن عزیز سات سمندر پار کر کے آئے ہوئے سفید فاموں کو دینے کے لئے تیار نہیں تھے نواب صاحب فرماتے ہیں کہ:

> ''اور یہ امن و امان جو آج حاصل ہے فساد کے پردے میں جہاد کا نام لے کر اٹھا دیا جاوے وسخت نادانی و بے وقوفی کی بات ہے''۔ (ص ۷)

نواب صاحب کا فلسفہ ظاہر ہے کہ طاقت ور کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے اور اس کے ظلم و جور کے خلاف صدائے احتجاج نہ بلند کی جائے اور وہ اپنے بل بوتے پر جو کچھ اپنا بنا لینا چاہے وہ بنا لے اس سے مزاحمت نہ کی جائے ورنہ نواب صاحب کے فلسفہ میں یہ فساد اور بغاوت ہوگی چناں چہ والیان ریاست کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ:

> ''چناں چہ ایام غدر میں جو ملک ہندوستان میں بعضے راجہ بابو اور بہت سے نام کے نواب و امراء بنام نہاد جہاد ہندوستان کے امن و امان میں خلل انداز ہوئے اور

انہوں نے لڑائی بھڑائی کا بازار گرم کیا"۔　(ص:۱۵)

اسی سے متعلق درج ذیل عبارت بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی، جس میں نواب صاحب نے امن وامان کو بنیاد بنا کر آزادئ وطن کی سرگرمیوں کو ناجائز ٹھہرایا ہے اس بحث میں انہوں نے اپنے امام قاضی شوکانی کی عبارتوں کا حوالہ دیا ہے گویا نواب صاحب تقلید سے انکار کے باوجود قاضی شوکانی کے مقلد ہیں یہ تو اپنے اپنے فکر ونظر کی بات ہے کہ مسلم اکثریت نے ائمہ عظام کی تقلید کو مایۂ افتخار باور کیا اور غیر مقلدین نے ان ائمہ کرام سے بدرجہا کمتر علماء کی تقلید کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا، قاضی شوکانی صاحب تو غیر مقلدین کے متفقہ امام ہیں اس لئے ان کا حوالہ دینا نواب صاحب اور دیگر غیر مقلدین کا تقلیدی حق ہے چنانچہ نواب صاحب بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

"اس سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ جو لڑائیاں غدر میں واقع ہوئیں وہ ہرگز جہاد شرعی نہیں اور کیوں کر وہ جہاد شرعی ہوسکتا ہے کہ جو امن وامان خلائق کا اور راحت ورفاہ مخلوق کا حکومت حکام انگلشیہ سے زمین ہند میں قائم تھا اس میں بڑا خلل واقع ہوگیا"۔　(ص ۱۸)

نواب صاحب نے بار بار اپنی اس کتاب میں غیر مقلدین کی طرف سے صفائی پیش کی ہے کہ وہ آزادی کی سرگرمیوں میں شریک نہیں ہوئے انہوں نے حکومت انگلشیہ سے وفاداری کا جو عہد وپیمان باندھا ہے اس پر وہ قائم ہیں آزادی اور استخلاص وطن کے لئے ہنگامے برپا کرنے والے تمام کے تمام حنفی ہیں ملاحظہ فرمایئے نواب صاحب کا ارشاد گرامی:

"کسی نے نہ سنا ہوگا کہ آج تک کوئی موحد متبع سنت، حدیث وقرآن پر چلنے والا بے وفائی اور اقرار کا توڑنے کا مرتکب ہوا یا فتنہ انگیزی اور بغاوت پر آمادہ ہوا، جتنے لوگوں نے غدر میں شر وفساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے"۔　(ص ۲۵)

بجا فرمایا نواب صاحب نے کہ مجاہدین آزادی سب حنفی تھے کسی غیر مقلد میں انگریزوں سے آنکھ ملانے کی ہمت نہیں تھی ظالموں اور غاصبوں سے لڑنے کا حوصلہ

صرف حنفیوں میں تھا، یہ اِس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے جب تک انگریزوں کے منحوس وجود سے ملک کو پاک نہیں کرلیا اس کھلے ہوئے اعتراف کے باوجود مولانا محمد رئیس ندوی صاحب کو علماء دیوبند انگریزوں کے وفادار نظر آتے ہیں کوئی مولانا ندوی صاحب کو سمجھا دیتا کہ شیش محل میں بیٹھ کر پتھر نہ پھینکیں، غیر مقلدوں کے شیخ الکل فی الکل بھی انگریزوں کے وفادار میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کے سوانح نگار فضل حسین بہاری صاحب "حیاۃ بعد المماۃ" ص ۲۷ پر لکھتے ہیں:

"وفاداری (لوایلٹی) کی شہ سرخی کے تحت لکھتے ہیں:

"حج کو جاتے وقت جو چٹھی کمشنر دہلی وغیرہ نے میاں صاحب کو دی تھی اس کی نقل سفر حج کے بیان میں ہدیۂ ناظرین کی جائے گی مگر اسی کے ساتھ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ میاں صاحب گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں جب کہ دہلی کے مقتدر اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتوی دیا تو میاں صاحب نے نہ اس پر دستخط کیا، نہ مہر، وہ خود فرماتے تھے کہ میاں وہ ہلڑ تھا بہادر شاہی نہ تھی وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا حشرات الارض خانہ براندازوں نے تمام دہلی کو خراب، ویران تباہ اور برباد کر دیا شرائط امارت وجہاد بالکل مفقود تھے ہم نے تو اس فتوے پر دستخط نہیں کیا مہر کیا کرتے اور کیا لکھتے مفتی صدرالدین خاص صاحب چکر میں آگئے بہادر شاہ کو بھی بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے مگر وہ باغیوں کے ہاتھ کٹھ پتلی ہو رہے تھے کرتے تو کیا کرتے"۔

(رسائل اہل حدیث حصہ اول ص ۱۸)

یہ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین دہلوی صاحب انگریزوں کے منظور نظر تھے، ان کی وفاداری کے صلہ میں شمس العلماء کا خطاب ملا، سرٹیفیکٹ اور انعامات سے نوازے گئے انگریزوں کے خلاف جہاد کو میاں صاحب نے ناجائز کہا اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ایک انگریز عورت (میم صاحبہ) کو پناہ دینے کا انگریزوں سے خوب خوب فائدہ اٹھایا پھر بھی علماء دیوبند انگریزوں کے وفادار ہیں؟ شیخ الکل فی الکل

میاں سید نذیر حسین دہلوی جنگ آزادی کے شدید مخالف تھے۔ یہ دیگر غیر مقلد علماء کے ہمنوا اور ہم مشرب تھے فتوی کے الفاظ آپ بھی ملاحظہ فرمالیں، مولانا محمد رئیس ندوی صاحب نے تو اپنے ان شیخ الکل فی الکل کا فتوی پڑھا ہی ہوگا فتوی یہ ہے

"علاوہ بریں ہم لوگ معاہد ہیں، سرکار سے عہد کیا ہوا ہے پھر کیوں کر عہد کے خلاف کر سکتے ہیں عہد شکنی کی بہت مذمت حدیث میں آئی ہے"۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۴۷۲ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دارالسلطنت دہلی)

یہ الفاظ جو دوسرے مسائل کے جواب میں لکھے گئے ہیں ممانعت جہاد کی مزید وضاحت کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

"ہندوستان میں شوکت وقوت اور قدرت سلاح وآلات مفقود ہے اور امان وپیان یہاں موجود، پس جب کہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کا کرنا یہاں سبب ہلاکت اور معصیت کا ہوگا"۔ (حوالہ مذکور)

جہاد کو ہلاکت و معصیت کا سبب قرار دینے والے تنہا غیر مقلدوں کے شیخ الکل فی الکل ہی نہیں دیگر غیر مقلد علماء بھی ہیں جن کے دستخط اس فتویٰ پر ثبت ہیں۔ ۱۔سید محمد ابوالحسن ۔۲۔سید محمد عبدالسلام ۔۳۔محمد یوسف ۔۴۔محمد عبدالمجید ۔۵۔محمد عبدالصمد خان بن ملا عبدالواحد ۔۶۔المعتصم بحبل اللہ الاحد ابوالبرکات حافظ محمد ۔۷۔محمد عبدالغفار ۔۸۔محمد عبدالعزیز ۔۹۔محمد اسحٰق ۔۱۰۔شہاب الدین ۔۱۱۔عبدالغفور ۔۱۲۔محمد عبدالخالق عفی عنہ کھولنوی ۔۱۳۔وصیت علی عفی عنہ ۔۱۴۔ابوالفضل محمد عبدالسلام نصیر آبادی ۔۱۵۔محمد سعید عفی عنہ البنارسی ۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ غیر مقلد علماء کا اتفاق جہاد کی ممانعت پر کیسے ہوگیا اور کن بنیادوں پر انگریزی دور حکومت کو مامون قرار دیا گیا۔ البتہ یہ ضرور دیکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی زندگی کے آخری لمحات تک جہاد کو حرام کہتے رہے اور اپنے مریدین کو انگریز حکومت کی خیر خواہی کا درس دیتے رہے اس مراقی نبی کے الفاظ یہ ہیں:

"اب اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ میں نے اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کئے ہیں صاف ظاہر ہے کہ میں سرکار انگریزی کا بدل وجان خیر خواہ ہوں

اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے"۔

(کتاب البریہ صفحہ ۹ اشتہار واجب الاظہار)

مرزا کے اس اقتباس کے بعد ضرورت نہیں تھی کہ ہم دیگر اقتباسات پیش کریں لیکن آئندہ سطروں میں ہم جو کہنا چاہتے ہیں اس کے لئے یہ اقتباس مفید ثابت ہوگا:

"سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن و امان قائم کیا ہو، جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سائے میں ہمیں پناہ دی ہو، سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے"۔ (شہادت القرآن صفحہ ۸٦)

جی چاہتا تھا کہ مرزا کا ایک اقتباس مزید پیش کردوں جس میں اس مراقی بنی نے کہا ہے کہ جو امن و امان حکومت انگریزی میں حاصل ہے وہ مکہ اور مدینہ میں بھی نہیں ہے لیکن بات دور جا پڑے گی مرزا کا تو دعوی ہے کہ انگریزی سرکار کی منقبت میں اس نے اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ پچاس الماریاں بھی ان کے لئے ناکافی ہیں، مرزا کو اس وفاداری اور مدح سرائی کے صلہ میں انگریزوں نے باتفاق رائے مراقی اور مالیخولیائی مرزا کے سر پر تاج نبوت رکھ دیا اور انگریز اپنی اس عطا کردہ نبوت کی ہرزاویہ سے نگہداشت کرتے رہے اور آج بھی مغرب اس خود کاشتہ پودے کی آبیاری کر رہا ہے۔

مگر افسوس اس بات پر ہے کہ غیر مقلد علماء بھی انگریز سرکار کی مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے تھے اور یہاں تک کہہ گئے کہ تاریخ کی کتابوں میں بھی ایسی پرامن حکومت کا سراغ نہیں ملتا اگر نواب صاحب مرزا کی متابعت میں وہی بات کہہ دیتے جو مرزا نے مکہ اور مدینہ کا نام لے کر کہی ہے یعنی حرمین شریفین کی توہین کی ہے (زادہا اللہ شرفاو تعظیما) تو کیا عجب کہ انگریز مگن ہو کر کم از کم ولایت ہی کا تاج پہنا دیتے اور جب نبوت تقسیم کرنے پر قبضہ بھی انگریزوں ہی کا تھا تو ایک نبی اور سہی۔

کاش غیر مقلد علماء انگریزوں کی وفاداری میں چند قدم اور آگے بڑھاتے تو صرف

جاگیروں پر قناعت نہ کرنی پڑتی انگریز خوش، ہو کر نہ جانے کیا کچھ دیدیتے غیر مقلدین کے امام مولانا محمد حسین بٹالوی نے انگریزوں کی حمایت اور جہاد کی مخالفت میں ایک رسالہ ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' لکھا اور اپنے اس ۷۴ صفحات پر مشتمل رسالہ کو پنجاب کے انگریز گورنر سر چارلس ایچی سن وغیرہ سے انتساب کیا اور اس رسالہ کے سرورق پر لکھا کہ:

''پنجاب کے نامور و ہر دل عزیز گورنر چارلس ایچی سن صاحب بہادر کے سی ایس آئی وغیرہ وغیرہ نے اپنے نام نامی سے اس کا ڈیڈیکیٹ ہونا منظور فرمایا''۔

(دیکھئے سرورق الاقتصاد فی مسائل الجہاد)

اور یہ رسالہ خیر سے وکٹوریہ پریس میں چھپا بھی، اس رسالہ کے لکھنے پر مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کو سرکار انگریزی سے جاگیر ملی تھی غیر مقلدوں کے مشہور عالم مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں:

''معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضہ میں سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر ملی تھی''۔

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۶۵ بحوالہ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۹)

غیر مقلدین کے یہ امام مولانا محمد حسین بٹالوی بھی بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں لڑی گئی جنگ آزادی کو فساد و بغاوت ہی سے تعبیر کرتے ہیں شیخ الکل نے اس قیادت کو اس لئے قبول نہیں کیا کہ بہادر شاہ ظفر بوڑھے تھے ہوسکتا ہے کہ شیخ الکل کی نظر میں امیر الجہاد کا جوان، وہ بھی پہلوان ہونا شرط ہو، ایسی کوئی شرط مولانا محمد حسین صاحب نے تو نہیں لگائی البتہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو ان الفاظ میں ہلاکت و تباہی بتایا کہ:

''مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گنہگار اور بحکم قرآن وحدیث وہ مفسد، باغی بدکردار تھے، اکثر ان میں عوام کالانعام تھے بعض جو خواص و علماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم دین (قرآن وحدیث) سے بے بہرہ تھے یا نافہم و بے سمجھ، باخبر و سمجھ دار علما اس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے اور نہ اس فتوی پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لیے مفسد لئے پھرتے تھے انہوں نے خوشی سے دستخط کئے''۔

(الاقتصاد فی مسائل الجہاد حصہ اول، ص: ۴۹)

غیر مقلدوں کے ان امام صاحب کے الفاظ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو خواص و علماء جنگ آزادی میں شریک ہوئے تھے وہ درحقیقت عالم نہیں تھے بلکہ عالم کہلاتے تھے، یہ سب مفسد، باغی اور بدکردار تھے انہوں نے جنگ میں شریک ہوکر گناہ کمایا، امام بٹالوی نے نہ جانے کیا سوچ کران مجاہدین آزادی کو سیدھے جہنم میں نہیں پہنچایا البتہ فرد صاحب نے جرم عائد کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، فساد، بغاوت اور بدکرداری کیا ایسے جرائم ہیں جو سخت گنہگار ہی بناتے ہیں؟ یا قرآن و حدیث سے بہرہ مند غیر مقلدین کسی اور سزا کا مستوجب قرار دیتے ہیں کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا حل بھی پیش فرمادیتے۔ یہ پہلو بھی امام بٹالوی صاحب کی تحریر میں تشنہ ہے کہ جو باغی مرد اور عورتیں انگریزوں کے ہاتھوں میں قید ہوئیں ان کو تختۂ دار پر لٹکایا جائے گا یا مرد غلام اور عورتیں لونڈیاں بنائی جائیں گی یا جرم بغاوت کی سزا صرف اللہ تعالیٰ ہی میدان محشر میں سنائیں گے؟ پھر جو لوگ اس جنگ میں قتل کیے گئے اپنا وطن اور ملک بچانے اور آزاد کرانے میں وہ مسلمان غیر مقلدوں کے نزدیک کہاں جائیں گے؟ جنت میں یا جہنم میں؟ بہادر شاہ ظفر کے وہ لڑکے جن کو انگریزوں نے قتل کر کے سرتن سے جدا کیا تھا اور پھر ایک خوان میں سجا کر بہادر شاہ ظفر کی خدمت میں پیش کیا تھا کیا یہ لڑکے بھی مفسدہ پردازوں کی فہرست میں ہیں؟ اس زمانہ کے غیر مقلد امام صاحبان تو دنیا سے رخصت ہو گئے، اس دور کے غیر مقلد مجتہدین وائمہ ہی ان سوالات کا حل پیش کرنے کی زحمت اٹھائیں۔

آج تو صورت حال بدلی ہوئی ہے کل غیر مقلدین علماء انگریزوں کی وفاداری اور مدح سرائی میں پیش پیش تھے اس کے صلے میں خطابات اور جاگیریں حاصل کر رہے تھے انگریزوں کی کاسہ لیسی پر انہیں فخر تھا اور موجودہ حالات کے تناظر میں انگریزوں سے وفاداریوں کے دھبے صاف کرنے میں یہی گروہ (غیر مقلدین کا) ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے لیکن یہ دھبے اتنے گہرے اور انمٹ ہیں کہ ساری جدو جہد بیکار ہی رہے گی، محترم مولانا ندوی صاحب اگر علماء دیوبند کے دامن شفاف پر دھبہ لگانے کی سعی ناروا نہ کرتے تو ہم غیر مقلدین کی تاریخ ونظریات کو منظر عام پر نہ لاتے، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نے

ہمیں مجبور کیا.........

نہ تم الزام یوں دیتے نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

اس موقعہ پر یہ ظاہر کردینا بھی ضروری ہے کہ فرقہ غیر مقلدین بلا تامل اپنے فتاویٰ اور عبارتوں کو علماء حق کے نام سے شائع کرنے میں ذرا تامل نہیں کرتے، وہی فتویٰ جو مولانا رئیس ندوی صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے بڑے طمطراق کے ساتھ پیش کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ علیہ الرحمہ کے بھی اس پر دستخط ثبت ہیں بلاشبہ اسی فتوی نے سب کو حیرت میں ڈال دیا تھا اور اس گتھی کو سلجھانے میں پریشان تھے کہ حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ انگریزوں کی حمایت میں فتویٰ کیسے دے سکتے ہیں؟ چنانچہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتوی پر لمبی بحث کر کے ثابت فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ کی طرف اس فتوی کا انتساب غلط ہے حیرت واستعجاب اس لئے تھا کہ جن بزرگوں نے انگریز دشمنی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا وہ حمایت کی بات کیسے کر سکتے ہیں؟

ٹھہریئے ہم آپ کو بتائیں کہ یہ غیر مقلدین علماء انگریزوں کی وفاداری اور کاسہ لیسی میں جو کچھ کر رہے تھے وہ تو سب پر عیاں ہے یہ خود فتاوے اور بیانات لکھ کر علماء حق کی طرف منسوب کرنے کا گھناؤنا کام بھی کر رہے تھے، یہی مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب جو غیر مقلدین کے نامور امام ہیں اس دیسہ کاری میں پیچھے نہیں تھے، جو فتوی حضرت گنگوہیؒ کی طرف منسوب کیا گیا وہ فتوی لفظ بہ لفظ مولانا محمد حسین بٹالوی کا ہے ''تحریک شیخ الہند'' صفحہ ۱۰۵،۱۰۶) پر حضرت گنگوہیؒ کی طرف منسوب فتویٰ پڑھ لیجئے اور مولانا محمد رئیس ندوی نے اپنی کتاب ''تحفظ سنت کانفرنس ۲۰۰۱ء پر ایک نظر'' کے صفحہ ۳۶ پر جو حوالہ دیا ہے اور جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے پھر دیکھے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنی کتاب ''الاقتصاد فی مسائل الاجتہاد'' میں جو فتوی دیا ہے اس سے کچھ مختلف ہے یا دونوں ایک ہی ہیں ملاحظہ فرمایئے بٹالوی صاحب کا فتوی عنوان ہے ''مسئلہ سوم کے نتائج''

''اس مسئلہ اور اس کے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان

باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دارالاسلام ہے اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا، مہدی سوڈان ہو یا خود حضرت سلطان شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی وچڑھائی کرنا جائز نہیں"۔

(الاقتصاد فی مسائل الاجتہاد حصہ اول ص ۲۵)

اس جسارت اور دلیری پر اس کے سوا کیا کہا جائے کہ......... " چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد"

" مذہبی لڑائی وچڑھائی " یعنی جہاد، یہ تو مولانا بٹالوی اور دیگر غیر مقلد کے نزدیک ناجائز ہے ہی انکا ایک عظیم الشان کارنامہ یہ بھی ہے کہ پہلے فرقۂ غیر مقلدین کو عوام وخواص " وہابی " کہتے تھے اور انگریز سرکار کے دفاتر اور کاغذات میں بھی اس فرقہ کو " وہابی " ہی لکھا جاتا تھا، مولانا بٹالوی نے انگریزوں کی وفاداری کا ثبوت بہم پہنچا کر انگریزوں سے اپنے فرقہ کے لئے " وہابی " کے بجائے اہل حدیث منظور کرایا ہے مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی فرماتے ہیں:

" مولوی محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ اہل حدیث کی بہت خدمت کی، لفظ " وہابی " آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا، اور جماعت کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا"۔

(اہل حدیث اور انگریز ص ۷۸ بحوالہ سیرت ثنائی ص ۳۷۲، رسائل ص ۱۹)

اسی وقت سے غیر مقلدین اپنی جماعت اور فرقہ کو اہل حدیث کہنے اور کہلوانے میں سعی بلیغ کر رہے ہیں، گویا اس فرقہ نے خود باور کرادیا کہ یہ فرقہ نوزائیدہ اور انگریزوں کا عطا کردہ نام ہے، یہ ہمارا الزام نہیں بلکہ غیر مقلدوں کے مشہور عالم مولانا مسعود عالم ندوی کا تاریخی اعتراف ہے مولانا محمد حسین بٹالوی کی کتاب " الاقتصاد فی مسائل الاجتہاد " کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" اس کتاب پر مولوی محمد حسین بٹالوی انعام سے بھی سرفراز ہوئے، جماعت اہل حدیث کو فرقہ کی شکل دینے میں ان کا خاص حصہ ہے اور یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے

اس سادہ لوح فرقہ میں وفاداری کی خوبو پیدا کی، نہ صرف یہ ہوا بلکہ دوسرے معاصر علماء کو سرکار کی مخالفت کے طعنے بھی دیئے"۔

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۶۵ بحوالہ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۱۲، رسائل ۳۴)

دیکھا آپ نے اس فرقہ کے جنم داتا مولانا محمد حسین بٹالوی ہیں، انہیں کی کدو کاوش سے اس فرقہ کے لوگوں میں انگریزی سرکار سے وفاداری کی خوبو پیدا ہوئی اور مولانا محمد حسین بٹالوی نے ان علماء کو مطعون بھی کیا جو انگریزی سرکار کے مخالف تھے خیر وفاداری کے صلے میں ان کو جاگیر تو عطا ہوئی ہوسکتا ہے کہ شمس العلماء اور خان بہادر کا خطاب بھی ملا ہو، یقینی طور پر اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ ابھی ان علماء کی فہرست میں انکا نام نظر نہیں آیا جن کو انگریز سرکار نے شمس العلماء کا خطاب دیا تھا، سردست صرف چند علمائے غیر مقلدین کی فہرست پیش کی جارہی ہے جو شمس العلماء کے خطاب سے سرفراز ہوئے:

۱۔ شمس العلماء جناب حضرت مولانا محمد سعید قدس سرہ ساکن مغل پورہ شہر پٹنہ۔

۲۔ شمس العلماء جناب حضرت مولانا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ ساکن محلہ صاق پور شہر پٹنہ۔

۳۔ شمس العلماء برادرم عزیز مولوی عبدالرؤف مرحوم ومغفور ساکن محلہ صادق پور شہر پٹنہ۔

۴۔ شمس العلماء مولوی امجد علی صاحب ایم اے پروفیسر میور سنٹرل کالج الہ آباد ساکن صادق پور شہر پٹنہ۔

۵۔ شمس العلماء جناب حضرت مولانا نذیر حسین مدظلہ محدث دہلوی ساکن سورج گڑھ ضلع مونگیر۔

۶۔ مولوی محمد یوسف جعفری رنجور۔

۷۔ خان بہادر جناب قاضی سید محمد اجمل مرحوم ساکن قصبہ باڑہ ضلع پٹنہ۔

۸۔ خان بہادر جناب قاضی مولوی فرزند احمد سلمہ ساکن گیا۔

(الدر المنثور رٹا ئیکل ص ۲ رسائل اہل حدیث ص ۲۱)

یہ چند نام وہ ہیں جن کا تعلق بہار سے ہے دیگر ریاستوں کے خطاب یافتہ علماء کے نام اور پتے پھر کسی اور موقعہ پر پیش کئے جائیں گے، یہ چند نام تو اس ثبوت میں پیش

کر دیئے گئے کہ غیر مقلد علماء کی انگریز وفاداری مشکوک نہ رہے اور مولانا محمد رئیس ندوی صاحب پتھر پھینکنے سے پہلے اپنا شیش محل دیکھ لیا کریں، مولانا نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر ایک عنوان قائم کیا ہے ''علمائے اہل حدیث کی انگریزی سامراج کے خلاف مساعی'' اس بھاری بھر کم عنوان کے تحت ہمارا خیال تھا کہ مولانا ندوی صاحب دو چار نام غیر مقلد علماء کے ضرور پیش فرمائیں گے جنہوں نے انگریزی سامراج کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہوگا، لیکن انہوں نے اس عنوان کے تحت اپنی توانائی صرف یہ کہنے پر صرف کی ہے کہ:

''انگریزی سامراج قائم ہونے کے ساتھ ہی انگریزی حکومت نیز غیر مسلم عناصر کی حکومت کے خلاف جماعت اہل حدیث نے تقریری، تحریری، اور مسلح زور آزمائی کے ذریعہ نہایت منظم انداز میں خفیہ طور پر تحریک چلائی تاکہ اس ملک ہندوستان پر اسلامی حکومت بلکہ دراصل سلفی حکومت پھر قائم کی جائے''۔

(تحفظ سنت کانفرنس مئی ۲۰۰۱ء پر ایک نظر ص ۲۸، ۲۹)

اگر ندوی صاحب تحریر وتقریر اور مسلح زور آزمائی کا ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہیں تو دو چار نام غیر مقلد علماء ہی کے بتادیں جنہوں نے انگریزوں کی مخالفت کی ہو۔ چوں کہ یہ فرقہ ابن الوقت ہے اور حکومت کی کاسہ لیسی اس کا طرہ امتیاز ہے اس لئے نئی تاریخ سازی میں مصروف ہے تاکہ حکومت وقت کی کاسہ لیسی کی راہ نکل سکے، ورنہ اوپر ہم جو حوالے پیش کر آئے ہیں وہ مولانا ندوی صاحب کے دعوی کی قلعی کھولنے کے لئے کافی ہیں۔ ہاں ندوی صاحب کی کتاب کا حوالہ جو ابھی آپ نے پڑھا ہے اس کو دوبارہ پڑھ لیجئے ۔ اس کا آخری جملہ ہے ''بلکہ دراصل سلفی حکومت پھر قائم کی جائے'' کیا یہاں کبھی غیر مقلدوں کی حکومت رہی ہے؟ اس فرقہ کی تولید کو تو ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے۔ ندوی صاحب نے اسی کتاب کے صفحہ ۳۰ پر دعوی کیا ہے کہ ''خلفاء راشدین کے عہد میں یہاں اسلامی حکومت قائم ہوگئی تھی جو بلا شک وشبہ سلفی اہل حدیث کی حکومت تھی اور اس کے بعد عرصہ دراز تک یہی معاملہ رہا کہ یہاں سلفیت کا بول بالا رہا پھر نہ جانے کب اور کیسے یہاں حنفی تقلید پرستی چھا گئی پھر بھی یہاں تھوڑے بہت اہل حدیث پائے

جاتے رہے" یہ الفاظ ندوی صاحب ہی کے ہیں۔ اس میں کئی باتیں وضاحت طلب ہیں، پہلی بات تو یہی کہ کیا خلیفہ اول کے زمانہ میں ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی تھی یا خلیفہ دوم، سوم اور چہارم کے عہد خلافت میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی تھی؟

تاریخ نے تو صرف اس قدر بتایا ہے کہ ۱۵ ہجری (۶۳۶ء) میں حکم ثقفی نے عمان اور بحرین کے گورنر عثمان کے اشارے سے تھانہ (علاقہ ممبئی) پر حملہ کیا کچھ دنوں کے بعد بھروچ پر فوج کشی کی، اسی زمانہ میں مغیرہ نے دیبل (دیول سندھ کا بندرگاہ) پر حملہ کیا تیسرے خلیفہ عثمانؓ کے عہد میں حکیم بن جبلہ سرکاری طور پر ہندوستان کے متعلق تحقیقات کر کے واپس گئے۔

۳۹ھ (۶۵۹ء) میں چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ کے حکم سے حارث عبدی آئے اور سرحد کا انتظام کرتے رہے ۴۴ھ (۶۶۴ء میں امیر معاویہؓ نے مہلب کو بھیجا جنہوں نے بڑی خوبی سے سرحد کا انتظام کیا اس وقت سے سرحدی انتظامات کے لئے یہ ایک مستقل عہدہ ہوگیا۔ سرحد اور سندھ کے مفتوحہ علاقے اسی کی نگرانی میں رہتے، مہلب کے بعد یکے بعد دیگرے لوگ اس عہدہ پر مقرر ہوتے رہے۔ (دیکھئے مختصر تاریخ ہند ص ۳۰)

یہ ہے مولانا ندوی صاحب کے دعوی کا تاریخی آئینہ، ہوسکتا ہے کہ تاریخ کے سرسری مطالعہ کے بعد ہی یہ فیصلہ کرلیا ہو، دوسری وضاحت طلب بات یہ ہے کہ کیا مہلب اور محمد بن قاسم ثقفی کے زمانہ میں "اہل حدیث اور سلفی" کے الفاظ رائج ہو چکے تھے؟ تاریخ میں اہل حدیث اور سلفیت کے نام ونشان کا سراغ کب سے ملتا ہے؟ آپ کے امام عالی مقام نواب صدیق حسن خاں صاحب تو آپ کے دعوی ہی کو غلط بتا رہے ہیں کہ ہندوستان میں کبھی غیر مقلدوں کی حکومت نہیں تھی، نواب صاحب کے الفاظ آپ بھی ملاحظہ فرمالیں:

> "حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چوں کہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے"

(ترجمان وہابیہ ص ۱۰ نواب صدیق حسن خاں)

اس کا فیصلہ تو ندوی صاحب ہی کریں کہ غیر مقلدوں کے امام نواب صاحب علم و فضل میں بڑے ہیں یا ندوی صاحب کی تاریخ دانی بڑی ہے نواب صاحب کو تو کسی زمانہ میں غیر مقلدوں کی حکومت نظر نہیں آئی البتہ ندوی صاحب کی دور بین نے اس زمانہ کو دیکھ لیا، اسی طرح ان کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی غیر مقلد نظر آ گئے اور اپنی تاریخ سازی میں ان کو اس طرح شامل کیا کہ اس تاریخ سازی یا تلبیس پر داد دینے کو جی چاہتا ہے فرماتے ہیں:

"ہندوستان پر غیر مسلم عناصر کے غلبہ کے اوائل ہی میں جماعت اہل حدیث کے سرخیل شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ مولود ۱۱۱۴ھ ۱۶۹۹ء ومتوفی ۱۱۷۶ھ ۱۷۶۲ء نے ہندوستان سے غیر مسلم عناصر کے تسلط کے خاتمہ کے لیے نہایت مستعدی وحوصلہ مندی کے ساتھ کوشش شروع کی"۔

(تحفظ سنت کانفرنس مئی ۲۰۰۱ء پر ایک نظر ص ۳۰، ۳۱)

یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد کب سے ہو گئے؟ دنیا تو ان کو حنفی محدث وفقیہ ہی جانتی ہے، یہ بات کبھی کسی پر مخفی نہیں ہے کہ علماء دیوبند کا علمی شجرہ بھی انہی سے ملتا ہے اور فلسفہ ولی اللہی کے علمبردار بھی علماء دیوبند ہی ہیں، علمی و سیاسی کارنامے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہی کے محور پر گھومتے ہیں، یہ تو اچھا ہوا کہ ندوی صاحب نے ان کو غیر مقلد بنا کر علماء دیوبند کی سیاسی تاریخ کا آغاز تو بتا دیا ورنہ اگر ان کی نظر میں شاہ صاحب حنفی ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ سیاسی تاریخ میں ان کا نام ہی نوک قلم پر نہ لاتے، کسی اور زاویہ سے غیر مقلدین کی سیاسی تاریخ مرتب کرتے، لیکن حقیقت تو پھر حقیقت ہے وہ خود کو منوالیتی ہے خواہ حقائق پر کتنے ہی دبیز پردے کیوں نہ ڈالے جائیں، حضرت شاہ صاحب کا حنفی ہونا ایسی روشن حقیقت ہے جو ندوی صاحب کے پردہ ڈالنے سے چھپی نہیں، حیرت تو اس بات پر ہے کہ ندوی صاحب کو اپنے اماموں کی بھی خبر نہیں ہے کہ شاہ صاحب کے بارے میں ان کا کیا ارشاد ہے؟ ملاحظہ فرمائیے غیر مقلدوں کے امام نواب سید صدیق حسن خاں صاحب فرماتے ہیں:

''یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاوی ہندیہ یعنی فتاوی عالمگیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبدالرحیم دہلوی والد بزرگوار شاہ ولی اللہ مرحوم کے بھی شریک تھے، بعد اس کے شاہ ولی اللہ محدث جو بڑے عالم حنفیوں میں اور بڑے متبع کتاب وسنت تھے انہوں نے بہت مسائل دین کی چھان بین کی اور ضعیف اور بودی باتوں کو قوی اور مضبوط باتوں سے علیحدہ کیا اور اسی طریقہ اور رویہ پر ان کے پوتے محمد اسمٰعیل دہلوی گذرے''۔

ترجمان وہابیہ نواب صدیق حسن خاں ص ۱۱)

لیجئے مطلع صاف ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت مولانا اسمٰعیل رحمہما اللہ غیر مقلد نہیں تھے بلکہ بڑے حنفی عالم تھے لیکن مولانا ندوی کو اپنے غیر مقلد امام کی صراحت نظر نہیں آئی تو ہم نے ہی یہ فرض انجام دے دیا، انہی دونوں شخصیات کا نام لے کر ندوی صاحب نے تاریخ گھڑنے کا بیڑا اٹھایا تھا.........مگر وہ شاخ ہی نہ رہی جس پر آشیانہ تھا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے مجاہدین کے بارے میں آپ غیر مقلدوں کے امام نواب صدیق حسن خاں مولانا سید نذیر حسین دہلوی اور مولانا حسین بٹالوی اور دیگر علماء کے خیالات اور فتاوے پڑھ چکے ہیں، جو کسی طرح اس جنگ آزادی کو جائز کہنے کے لئے تیار نہیں اور نہ ہی مجاہدین کو بھلا آدمی ماننے پر راضی، انگریزوں کے دربار میں جبہ سائی کر کے، مال و دولت، جاگیریں اور خطابات سمیٹتے رہے آج مولانا ندوی صاحب انہی کاسہ لیسوں کو تحریک شہیدین کا قائد بنا رہے ہیں حد تو یہ ہے کہ شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین دہلوی کے ہاتھوں میں تحریک شہیدین کی زمام کار سونپ دی جائے جو جواز کا فتویٰ بھی نہیں دے سکے اور بہادر شاہ ظفر کی بوڑھی قیادت کو ٹھکرادیا، یہ شیخ الکل جس وقت دلی میں مجاہدین اپنی قیمتی جانوں کو آزادی پر قربان کر رہے تھے ایک انگریز عورت کی رکھوالی میں پریشان تھے، اس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں، اب ذرا تفصیل سے شیخ الکل فی الکل کا یہ واقعہ پڑھ لیجئے اور مولانا ندوی صاحب کو تاریخ سازی پر مبارک باد دیجئے۔ یہاں صاحب کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

''عین حالت غدر میں جب کہ ایک ایک بچہ انگریزوں کا دشمن ہو رہا تھا مسز لیسنس

ایک زخمی میم کو رات کے وقت میاں صاحب اٹھوا کر اپنے گھر لے آئے پناہ دی علاج کیا کھانا دیتے رہے اس وقت اگر ظالم باغیوں کو ذرا بھی خبر ہو جاتی تو آپ کے قتل اور خانماں بربادی میں مطلق دیر نہ لگتی، طرہ اس پر یہ ہے کہ پنجابی کٹرہ والی مسجد کو تغلباً باغی دخل کئے ہوئے تھے اور اسی سے ملا ہوا زنانہ مکان تھا، اسی میں اس میم کو چھپائے ہوئے تھے مگر ساڑھے تین مہینے تک کسی کو یہ معلوم نہ ہوا کہ حویلی میں کتنے آدمی ہیں ساڑھے تین مہینے کے بعد جب پوری طرح امن قائم ہو چکا تب اس نیم جان میم کو جواب بالکل تندرست اور توانا تھی کیمپ میں پہنچا دیا جس کے صلے میں مبلغ ایک ہزار تین سو روپے اور مندرجہ ذیل سارٹیفکٹیں ملیں''۔

(الحیاۃ بعد المماۃ ص ۷ ے فضل حسین بہاری، رسائل ص ۲۱)

مولانا محمد رئیس ندوی صاحب کے یہ ہیں قائد تحریک جو میم صاحبہ کی خدمت کے صلے میں ایک ہزار تین سو روپے سے مالا مال کئے گئے جی یہ رقم آج کی نہیں ۱۸۵۷ء کی ہے جو ایک محتاط اندازے کے مطابق آج کم وبیش تیرہ لاکھ روپئے ہوئے اور سارٹیفکٹ الگ سے، اسی کو کہتے ہیں سونے پر سہاگہ، یہ سرٹیفکٹ شیخ الکل فی الکل مولانا سید نذیر حسین دہلوی کو وفاداری کا ملا تھا۔ مولانا ندوی صاحب فرمائیں کہ آپ کے قائد تحریک کا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہما اللہ کی تحریک جہاد سے کیا رشتہ ہے؟ دونوں کے راستے الگ ہیں۔

ایسی دلیری اور دھاندھلی کا مظاہرہ شاید کسی اور تاریخ ساز نے نہ کیا ہو، جو جسارت مولانا ندوی صاحب نے نئی تاریخ وضع کرنے میں دکھائی ہے ہوسکتا ہے کہ مولانا اس غلط فہمی کا شکار رہے ہوں کہ غیر مقلدین کی کتابیں کہاں دستیاب ہوں گی، آنکھ بند کر کے جیسی چاہے تاریخ بنالو۔ ہم نے سنا ہے کہ جب شکاری شتر مرغ کو شکار کے لئے دوڑاتا ہے تو وہ جھپٹ کر کسی ریت کے تودے میں اپنا سر گھسا دیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میں شکاری کو نہیں دیکھ رہا ہوں تو شکاری بھی نہیں دیکھ رہا ہے اور شکاری آسانی سے اس کا شکار کر لیتا ہے۔

کاسہ لیسی کے پہلو پر اتنی گفتگو ہو چکی ہے جو غیر مقلدین کو سمجھنے کے لئے کافی ہے

میرا اکمل اور مصمم ارادہ ہے کہ مولانا محمد رئیس ندوی صاحب کی کتاب ''تحفظ سنت کانفرنس مئی ۲۰۰۱ء پر ایک نظر'' کا مفصل علمی وتاریخی جائزہ ملت اسلامیہ کی خدمت میں پیش کردوں تا کہ وہ غلط بیانیاں بھی منظر عام پر آجائیں جو پوری قوت سے بیان کر کے فریب میں مبتلا کیا گیا ہے ندوی صاحب تو اس سے بھی بے خبر ہیں کہ جمعیۃ علماء ہند کا قیام کب عمل میں آیا ؟ فرماتے ہیں کہ:

''جماعت اہل حدیث کے مشہور و معروف امام وقت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری اور ان جیسے اہل علم نے بلا امتیاز مذہب و مسلک تمام مکتبۂ فکر کے علماء کے سامنے ۱۳ر فروری ۱۹۴۲ء میں یہ تجویز پیش کی کہ ہر مکتبۂ فکر کے علماء میں سے چیدہ چیدہ منتخب علماء کی ایک جماعت و تنظیم ''جمعیۃ علماء ہند'' کے نام سے قائم کی جائے جو انگریزی سامراج کے عزائم اور خود ہندوستان میں انگریزی سامراج کے خاتمہ کے لئے منظم تحریک چلائے''۔ (تحفظ سنت کانفرنس مئی ۲۰۰۱ء پر ایک نظر ص ۲۴،۲۵)

مولانا محمد رئیس ندوی صاحب کی تاریخ پر کتنی اچھی نظر ہے اسکی داد تو ہر پڑھا لکھا شخص دے گا جس کی معمولی سی بھی نظر تاریخ ملت پر ہے، ہوسکتا ہے مولانا ندوی صاحب کسی اور ''جمعیۃ علماء ہند'' کی بات کر رہے ہوں جس کا قیام ۱۹۴۲ء میں عمل میں آیا ہو یہ ''جمعیۃ علماء ہند'' جس کے صدر مولانا سید اسعد مدنی صاحب ہیں اس جمعیۃ کا قیام ۱۹۱۹ء میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی تحریک پر عمل میں آیا، اس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم بھی شریک ہوئے تھے اور ہر مکتب فکر کے علماء نے اس میں شرکت کی تھی بالاتفاق حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے صدر منتخب کئے گئے۔

ندوی صاحب! ۱۹۴۲ء میں جمعیۃ العلماء ہند کے اکابر علماء اور ارکان انگریز حکومت کی چیرہ دستیوں کے خلاف گرفتاریاں دے کر جیلوں میں بند تھے اور آپ کے بقول آپ کے امام وقت ۴۲ء میں ''جمعیۃ علماء ہند'' کے قیام کی تجویز پیش کر رہے تھے، کم از کم مولانا ثناء اللہ امرتسری کے حالات ہی اطمینان کے ساتھ اپنے ہی علماء کی کتابوں میں پڑھ

لیتے تو ایسی فحش تاریخی غلطی سے بچ جاتے، حالاں کہ یہ شخصیت بھی اتنی مظلوم ہے کہ غیر مقلد علماء نے اپنے اس امام الوقت غیر مقلد عالم کو بھی نہیں بخشا اوران کے جہمی، معتزلی، مرجئی اور گمراہ و زندیق ہونے کا فتوی مرتب کر ڈالا۔ انشاء اللہ ہم آئندہ تفصیل کے ساتھ ''نظر'' کی کجی واضح کریں گے۔

وما توفیقی الا باللہ

عبدالحفیظ رحمانی

محقق شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند

۲۴ر جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ ۱۲را گست ۲۰۰۴ء

تمت